مسلسل اشاعت کا پچیسواں سال

ماھنامہ

معارف رضا

کراچی

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل

اسلامی جمہوریہ پاکستان

مسلسل اشاعت کا پچیسواں سال

ماہنامہ معارف رضا کراچی

شمارہ نمبر 4 جلد نمبر 25 جمادی الثانی ۱۴۲۶ھ/ جون ۲۰۰۵ء

ہدیہ فی شمارہ: =/20 روپے

سالانہ: عام ڈاک سے: -/150

رجسٹرڈ ڈاک سے: -/300

بیرون ممالک: -/10 ڈالر سالانہ

لائف ٹائم ممبر شپ: -/300 ڈالر

دائرے میں سرخ نشان ممبر شپ ختم ہونے کی علامت ہے۔

زرِ تعاون ارسال فرما کر مشکور فرمائیں۔

نوٹ: رقم دستی یا منی آرڈر/ بینک ڈرافٹ بنام ''ماہنامہ معارف رضا'' ارسال کریں، چیک قابلِ قبول نہیں۔

25۔ جاپان مینشن، رضا چوک (ریگل)، صدر، کراچی 74400۔ پوسٹ بکس نمبر 489

فون: 021-2725150 فیکس: 021-2732369

ای۔میل: marifraza_karachi@yahoo.com

ویب سائٹ: www.imamahmadraza.net

(پبلشر مجید اللہ قادری نے با اہتمام حریت پرنٹنگ پریس، آئی آئی چندریگر روڈ، کراچی سے چھپوا کر دفتر ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل سے شائع کیا)

آئینہ

نعتِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

امام احمد رضا خاں محدث بریلوی علیہ الرحمہ

عرش کی عقل دنگ ہے چرخ میں آسمان ہے
جانِ مراد اب کدھر ہائے ترا مکان ہے

بزمِ ثنائے زلف میں میری عروسِ فکر کو
ساری بہار ہشتِ خلد چھوٹا سا عطر دان ہے

اِک تیرے رخ کی روشنی چین ہے دو جہان کی
اِنس کا اُنس اُس سے ہے جان کی وہی جان ہے

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے

تجھ سا سیاہ کار کون؟ ان سا شفیع ہے کہاں
پھر وہ تجھی کو بھول جائیں دل یہ ترا گمان ہے

بارِ جلال اٹھالیا گرچہ کلیجہ شق ہوا
یوں تو یہ ماہِ سبز رنگ نظروں میں دھان پان ہے

خوف نہ رکھ رضؔا ذرا تُو تو ہے عبدِ مصطفٰی
تیرے لئے امان ہے، تیرے لئے امان ہے

منقبت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

پروفیسر ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی*

سلام احمد رضا ، والا گہر، اے رہبرِ اعظم
تو علم و فضل کا ہے تاجور، اے رہبرِ اعظم

تیرے گُن کیوں نہ گائیں، خشک و تر ، اے رہبرِ اعظم
تو ہے مداحِ شاہِ بحر و بر، اے رہبرِ اعظم

کرم گستر ہے تیرے حال پر، اے رہبرِ اعظم
جنابِ غوث اعظم کی نظر، اے رہبرِ اعظم

ترا خامہ تو ہے تیغِ عمر، اے رہبرِ اعظم
ترے قدموں میں ہے باطل کا سر، اے رہبرِ اعظم

ہزاروں قسم کی لہریں اٹھیں، بحرِ ضلالت میں
ہے تو نے توڑ دی سب کی کمر، اے رہبرِ اعظم

تری تحریر پُرتنویر تو برقِ غضب ٹھہری
عدو بد دین ہے زیر و زبر، اے رہبرِ اعظم

کوئی بد دین و بد مذہب ہمارا کیا بگاڑے گا
تری تحریر ہے اپنی سپر، اے رہبرِ اعظم

تمہارا آستانہ ہے، بلا شبہ زمانے میں
مقامِ صیقلِ فکر و نظر، اے رہبرِ اعظم

تُو اپنے وقت کا تھا بو حنیفہ، اس میں کیا شک ہے
تُو ہی تنہا فقیہِ معتبر، اے رہبرِ اعظم

جو ہیں وابستۂ دامن، عقیدت سے نہ کیوں چومیں؟
ہے تیری خاکِ پا کحل البصر، اے رہبرِ اعظم

پلایا بادۂ حبِّ نبی کا جام، بھر بھر کے
ترا بحرِ سخا ہے اَوج پر، اے رہبرِ اعظم

حضورِ مفتیِ اعظم ہیں، میرے مرشدِ برحق
مرا آقا ترا نورِ نظر، اے رہبرِ اعظم

ترے در کا ہے اِک ادنیٰ گدا فاروقؔ صدیقی
کرم کی اس پہ بھی ہو اک نظر، اے رہبرِ اعظم

* صدر شعبۂ اردو، بہار یونیورسٹی مظفر پور، انڈیا

اپنی بات

صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری

اب جس کے جی میں آئے وہی روشنی پائے

ہم نے تو دل جلا کے سرِ عام رکھ دیا

قارئین کرام!

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاتهٔ

سالِ رواں، سن ۲۰۰۵ء ہماری سلور جوبلی کا سال ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا نے (۱۹۸۰ء تا ۲۰۰۵ء) ۲۵ رسالہ سفر عزیمت وعظمت کے ساتھ طے کیا۔ اس کے اس فضل عمیم اور احسانِ عظیم کے شکرانے کے لئے ہمارے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس ادارے کے بانی اور رئیسِ اول حضرت سید ریاست علی قادری علیہ الرحمۃ اور ان کے دیگر مرحومین ساتھیوں مولانا محمد شفیع صاحب، حضرت علامہ مفتی تقدس علی خاں صاحب، حضرت علامہ شمس بریلوی صاحب (علیہم الرحمۃ) کو جزائے خیر عطا فرمائے اور آخرت میں ان کے درجات بلند فرمائے کہ انہوں نے یہ ادارہ قائم کر کے فرضِ کفایہ ادا کیا اور امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ کی قد آور علمی شخصیت کو عالمی سطح پر روشناس کرانے کی راہ ہموار کی، قبلہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب زید عنایتہٗ کے بھی ہم احسان مند ہیں کہ جن کی رہنمائی اور سرپرستی کی بدولت آج یہ ادارہ عالمی جامعات کی سطح پر امام احمد رضا پر اپنی تحقیقی و تصنیفی خدمات کی وجہ سے ایک معیاری اور مستند ادارہ تسلیم کیا جانے لگا ہے۔ رضویات پر تحقیق و تصنیف کے حوالے سے ہماری ربع صدی کی خدمات کے نتائج وعواقب ملکی اور عالمی سطح پر کیا رہے، اس کا بہتر فیصلہ تو اہلِ علم ہی معارفِ رضا کے سالناموں اور ہماری دیگر مطبوعات (اردو، انگریزی اور عربی) کے مطالعہ سے لگا سکیں گے، لیکن راقم اتنا ضرور عرض کرے گا کہ ہماری سلور جوبلی کانفرنس رضویات کے حوالے سے منعقدشدہ اب تک کی تمام کانفرنسوں سے منفرد اور دوررس نتائج کی حامل رہی ہے اور رضویات پر تحقیقات کی پیش رفت کے اعتبار سے ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس عظیم کانفرنس کی چند خصوصیات وامتیازات درج ذیل ہیں:

۱۔ یہ پہلی کانفرنس تھی جو دو روز تک جاری رہی۔ اول دن (۹ راپریل ۲۰۰۵ء) کراچی کے فائیو اسٹار ہوٹل پیچ لگژری میں افتتاحی سیشن تھا، جس کی صدارت برصغیر پاک و ہند کے رضویات کے معروف مبلغ محقق و مصنف اور ماہر حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ العالی نے کی۔ واضح ہو کہ اردو اور عربی دونوں زبانوں میں رضویات کے مختلف موضوعات پر آپ کی بیسیوں تصانیف طبع ہو چکی ہیں اور مزید زیرِ طبع ہیں۔ آپ کے لائق فائق صاحبزادے علامہ ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازہری بھی آپ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے امام احمد رضا کے حوالے سے کئی تحقیقی مقالات جامعہ الازہر اور پاکستان میں تحریر کر چکے ہیں اور امام موصوف کے متعدد رسائل کی تعریب کا کام بھی انجام دیا ہے۔ پہلے دن کے سیشن میں ہندوستان (دہلی) کی معروف علمی، دینی شخصیت حضرت علامہ ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد صاحب زید مجدہٗ اور سابق وفاقی وزیر دفاع لیفٹیننٹ (ر) معین الدین حیدر بطور مہمان خصوصی شریک محفل تھے۔ دوسرا سیشن سیمینار (۱۰ راپریل ۲۰۰۵ء) کو ہوا۔

۲۔ پہلی بار امام احمد رضا کانفرنس میں شام کی بابرکت زمین سے دو نامور

عالم حضرت علامہ دکتور عبد الفتاح البزم، مفتی اعظم دمشق و مہتمم معہد الاسلامی (اسلامک یونیورسٹی دمشق) اور الاستاذ دکتور مفتی عدنان درویش (استاذ کلیۃ لفقہ معہد الاسلامی دمشق) حفظہما اللہ ہماری دعوت پر شریک ہوئے۔ سوئے اتفاق کہ ان کا پاکستان آنا بھی پہلی بار تھا۔ دوسرے دن ۱۰/اپریل ۲۰۰۵ کو امام احمد رضا سیمینار کی صدارت علامہ دکتور عبد الفتاح البزم نے کی جبکہ حضرت علامہ ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد صاحب دہلوی مدظلہ مہمانِ خصوصی تھے۔

﴿......۳......﴾ پہلی بار امام احمد رضا کانفرنس میں ایک توسیعی لیکچر کا اہتمام کیا گیا۔ یہ توسیعی لیکچر پہلے دن (۹/اپریل کو) ہوا۔ توسیعی لیکچر دینے والی شخصیت پاکستان کے معروف محقق، عربی زبان و ادب کے فاضل استاذ، سابق عمید الکلیۃ السنۃ الشرق، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، محترم و مکرم ڈاکٹر ظہور احمد اظہر زید مجدہٗ کی تھی۔ آپ کا توسیعی لیکچر امام احمد رضا کی ہمہ جہت شخصیت کے اعتبار سے واقعی ہمہ جہت اور نہایت دلچسپ تھا جس کو حاضرین کرام نے بہت پسند کیا۔ اس توسیعی لیکچر کے خاص نکات یہ تھے:

(الف) امام احمد رضا اپنے وقت کے عظیم انسان اور عظیم اہلِ ہنر و کمال تھے۔ عظیم انسانوں کے ساتھ ناانصافی اور اہلِ علم و کمال کی ناقدری و حق تلفی زمانے کا دستور رہا ہے، زمانہ کی یہ روش کبھی دانستہ ہوتی ہے کبھی نادانستہ۔ کبھی تو اس کا تعلق دشمنوں اور حاسدوں کی چیرہ دستی سے ہوتا ہے، کبھی اس کا سبب اپنوں کی غفلت اور ناپختہ کاری سے۔ امام احمد رضا ان چاروں قسم کی غیر منصفانہ روش کی زد میں رہے۔

(ب) امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کی قد آور ہمہ جہت علمی شخصیت غیروں سے زیادہ اپنوں کی غفلت اور ناپختہ کاری کا شکار رہی لیکن یہ بات باعث اطمینان و مسرت ہے کہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا جیسے اداروں اور اس کے مخلص کارکنان اور سرپرست علماء و اسکالرز نے گزشتہ ربع صدی کے دوران اس کمی (اپنوں کی غفلت اور ناپختہ کاری) کا کفارہ ادا کرنے کی قابل قدر کوشش کی ہے کہ امام موصوف کے حاسد معاصرین اور بعد کے اہلِ بغض و عداوت کے ہتھکنڈوں کے باوجود ان کی شخصیت نکھر کر سامنے آ رہی ہے اور ان کے علم و فضل سے ایک عالم آگاہ ہوتا اور ان کے کمالات کا برملا اعتراف بھی کرتا نظر آ رہا ہے۔ سچ ہے، سچائی اور کمالِ ہنر کو زیادہ دیر تک چھپایا نہیں جا سکتا۔

نگاہیں کاملوں پر پڑ ہی جاتی ہیں زمانے کی
کہیں چھپتا ہے اکبر پھول پتوں میں نہاں ہوکر

(ج) امام احمد رضا کی (اردو/عربی) تصانیف دیکھ کر دیارِ مصر کے کثیر التصانیف محدث، فقیہ، مؤرخ نحوی اور سیرت نگار حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

(د) امام احمد رضا رحمہ اللہ نے عملی سیاست سے کنارہ کش رہنے کے باوجود، ایک داعیِ اسلام اور مصلحِ دین کی حیثیت سے ملت اسلامیہ کے ہر پہلو اور ہر کمزوری پر مد برانہ نظر رکھتے ہوئے تسلّی بخش رہنمائی فرمائی۔

(ر) تصوف کے معرکۃ الآراء مسئلہ وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کے معاملے میں امام احمد رضا نے دورِ سابق کے بزرگوں خصوصاً حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن العربی اور حضرت مجدد الف ثانی رحمہما اللہ سے خوشہ چینی کرتے ہوئے نہایت آسان تفہیم اور عمدہ تطبیق کرتے ہوئے عامۃ المسلمین کو اس مسئلہ پر زیادہ غور و فکر کرنے یا اس میں الجھنے سے گریز کرنے کی ہدایت فرمائی کہ اس میں افراط و تفریط گمراہی کا باعث ہو سکتی ہے۔

(س) امام احمد رضا کی تمام علمی اور ادبی نگارشات (بشمول ترجمۂ قرآن الکریم ''کنز الایمان'') معنوی حسن کے ساتھ ساتھ لفظی حسن کا بھی نمونہ ہیں اور وہ اس میدان کے تنہا شہسوار دکھائی دیتے ہیں، لہٰذا جب وہ یہ کہتے ہیں:

مُلکِ سخن کی شاہی تم کو رضاؔ مسلّم
جس سمت آگئے ہو، سکّے بٹھادیے ہیں

تو اس میں کوئی مبالغہ نہیں۔

دوسرے دن ﴿۱۰/اپریل ۲۰۰۵ء﴾ سیمینار کی نشست تھی جو نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف پبلک ایڈمنسٹریشن کے آڈیٹوریم میں منعقد ہوا۔ اس کی صدارت مفتی اعظم دمشق حضرت علامہ دکتور عبد الفتاح البزم حفظہ اللہ نے فرمائی جبکہ مفتی اعظم دہلی حضرت علامہ ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد صاحب مدظلہ

مہمانِ خصوصی تھے۔ مرکزی خطاب (مقالہ) مفتی اعظم دمشق کا تھا۔ آپ کے مقالہ کے خاص نکات یہ ہیں:

☆ دمشق کے بعض لوگوں نے امام احمد رضا کے مؤتمر (کانفرنس) میں شرکت سے مجھے روکنا چاہا کہ ان کے عقائد صحیح نہیں ہیں اور یہ کہ ان کے پیروکار (پاکستانی) بدعقیدہ اور بدعتی ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ میں نے شیخ کی تصانیف پڑھی ہیں اور وہ جو بات کرتے ہیں دلیل سے کرتے ہیں اور ان کے عقائد و معمولات وہی دیکھے جو اہلِ شام کے ہیں۔ اس لئے اس مؤتمر میں شرکت کرنے سے کوئی اَمر مجھے مانع نہیں ہے، باجود اس کے بعض فروعی معاملات میں، دلائل کے ساتھ میں خود بھی شیخ سے اختلاف رکھتا ہوں، لہذا میں اس محفل میں باوجود آخر وقت تک ان کے منع کرتے رہنے کے حاضر ہوا۔

☆ امام احمد رضا کی خصوصیت میں نے یہ دیکھی وہ جو بھی بات کرتے ہیں دلائل کے ساتھ کرتے ہیں، خواہ اختلافِ رائے کا اظہار کر رہے ہوں یا موافقت کا۔

☆ علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ کو ہم اہلِ شام حرفِ آخر سمجھتے ہیں لیکن جب میں نے ردِّ مختار کی عبارات پر شیخ کی تحقیقات کا مطالعہ کیا تو آپ کی تحقیقات قابلِ تحسین پائیں، جہاں اختلاف کرتے ہیں وہاں ٹھوس دلائل کے ساتھ اپنا موقف پیش کرتے ہیں اور جہاں علامہ شامی سے موافقت کرتے ہوئے ان کے دلائل پر مزید دلائل کا اضافہ کرتے ہیں تو فقہ حنفی کے اصول اور جزئیات پر ان کی دسترس اور موضوع پر ان کے مطالعہ کی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے، یہ ان کی بڑی خوبی ہے۔

☆ بین الاقوامی سطح پر علمی اداروں میں امام احمد رضا رحمہ اللہ پر مزید تحقیقی مقالہ جات لکھوائے جائیں تاکہ امت مسلمہ آپ کے افکار و خیالات سے استفادہ کر سکے۔

☆ جن لوگوں نے آپ پر اعتراضات کئے ہیں، ان کی اصلیت اور حقیقت تحقیق طلب ہے۔ (اصل مواد و مآخذ سے موازنہ کئے بغیر وہ قابل قبول نہیں ہو سکتے۔)

ان کے علاوہ شام، ہندوستان اور پاکستان کے جن اسکالرز نے مقالات پڑھے ان کی خاص خاص باتیں درج ذیل ہیں:

علامہ دکتور عدنان درویش استاذ معہد الاسلامی دمشق نے اپنے مقالے میں فرمایا کہ میں نے گزشتہ کئی صدیوں کے مجددینِ کرام کی نگارشات کا مطالعہ کیا ہے لیکن جب امام احمد رضا کی تصانیف نظر سے گزریں تو میں نے محسوس کیا کہ امام موصوف کا تجدیدی و تصنیفی کام ان سب پر بھاری ہے۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ ان کی تحقیقات، تصنیفات اور عقائد و معمولات کو مملکت شام کے علماء قدر کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ ڈاکٹر ظہور احمد اظہر نے اس بات پر مسرت و اطمینان کا اظہار فرمایا کہ بحمد اللہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کی کاوشوں کی بدولت اب امام احمد رضا کی تعلیمات کو تحقیق کی ساتھ عالمی سطح پر پیش کیا جا رہا ہے، جس کے باعث اب تک 25 کے قریب اسکالرز پی ایچ ڈی اور ایم فل کے مقالات دنیا کی مختلف یونیورسٹیوں میں پیش کر کے اسناد حاصل کر چکے ہیں۔ ڈاکٹر محمد مالک صاحب نے اپنے انگریزی مقالہ میں دلائل سے ثابت کیا کہ امام احمد رضا نے جدید دور کی بعض نئی سائنسی تحقیقات اور تھیوریاں پیش کی ہیں۔ انہوں نے یہ بھی انکشاف کیا کہ امام صاحب پہلے مسلم سائنسدان ہیں جنہوں نے آج سے سو (۱۰۰) سال قبل الٹرا ساؤنڈ کی تھیوری پیش کی لیکن سائنسدانوں نے اس وقت اس پر توجہ نہ دی۔ علامہ ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد دہلوی صاحب نے فرمایا کہ امام احمد رضا نے پوری امتِ مسلمہ کو سچائی کا آئینہ دکھایا، انہوں نے دورِ جدید کی گمراہیوں، معاشرے میں پھیلی برائیوں اور غلط رسم و رواج کے خلاف علمِ جہاد بلند کیا اور سید عالم ﷺ کی ذات اقدس سے قلب مومن کا رشتہ جوڑا۔ یہی ان کا عظیم تجدیدی کارنامہ ہے جس کی مثال حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ سامی کے تجدیدی کارناموں میں ملتی ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر رفعت جمال (بنارس ہندو یونیورسٹی، انڈیا) نے کہا کہ امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری ادب میں منفرد مقام رکھتی ہے، ان کے کلام کو جہاں بھی پڑھا جاتا ہے سننے والوں پر عجیب کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ انہوں نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ اردو شعر و ادب کی تاریخ نے ایسے عظیم شاعر کا ذکر نہ کر کے ناانصافی اور تعصب کا اظہار کیا ہے جو علمی و ادبی تحقیق کی روح کے خلاف ہے۔ بنارس ہندو یونیورسٹی کی ریسرچ اسکالر شبنم

خاتون نے اپنے مقالے میں کہا کہ امام احمد رضا کی عربی نعتیہ شاعری اور نثری نگارشات اپنے امتیازات اور خصوصیات کے حوالے سے کسی عظیم عرب شاعر اور نثار سے کم نہیں اس پر عالمی سطح پر تحقیقی اور تقابلی جائزہ کی ضرورت کے پیشِ نظر وہ اس موضوع پر بنارس ہندو یونیورسٹی سے پی. ایچ. ڈی کے لئے مقالہ تحریر کررہی ہیں۔ بہار یونیورسٹی (مظفر پور) کے صدر شعبہ اردو پروفیسر ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی صاحب امام احمد رضا بحیثیت عالم اور اردو ادب کے ادیب و شاعر ان کی نگارشات بغض و عناد سے مبرّا اور دلائل سے مزیّن ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی کسی کی تحقیق کو آج تک کوئی بھی دلیل سے رد نہ کرسکا۔ رانچی یونیورسٹی (روہیل کھنڈ، انڈیا) کے اسکالر غلام غوث قادری نے کہا کہ بحیثیت انشاء پرداز امام احمد رضا کا مقام اردو کے عناصر خمسہ سے کسی طرح کم نہیں، اردو ادب کی تاریخ لکھنے والوں نے ان کا ذکر نہ کرکے سخت ناانصافی کی ہے جو علمی اور ادبی دنیا میں ایک قابلِ تعزیر جرم ہے۔

﴿......۴......﴾ اس کانفرنس کی چوتھی امتیازی خصوصیت یہ تھی کہ اس بار امام احمد رضا کانفرنس کے موقع پر سب سے زیادہ گولڈ میڈل دیئے گئے۔ آٹھ اسکالرز کو امام احمد رضا گولڈ میڈل ریسرچ ایوارڈ دیا گیا جبکہ ایک سلور میڈل دیا گیا۔ میڈل حاصل کرنے والے اسکالرز کے اسمائے گرامی زیرِ نظر شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

﴿......۵......﴾ پانچویں خصوصیت یہ تھی کہ اس کانفرنس میں ۵ ممالک پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش، مصر (قاہرہ)، شام (دمشق) سے کُل ۳۰ اسکالرز مدعو کئے گئے۔ اتنی بڑی تعداد میں ابتک ادارہ کی کسی کانفرنس میں عالمی اسکالرز نہیں مدعو کئے گئے۔ مدعوئین کی فہرست زیرِ نظر شمارہ میں ملاحظہ ہو۔

﴿......۶......﴾ الحمد للہ سب سے زیادہ کتب اس سلور جوبلی کانفرنس کے موقع پر شائع ہوئیں۔ ۲۵ رویں کانفرنس کی نسبت سے ۲۵ رکتب شائع کرنے کی سعادت حاصل ہوئی جن کی فہرست ''کتب نو'' کے عنوان کے تحت زیرِ نظر شمارے میں ملاحظہ فرمائیں۔

﴿......۷......﴾ اس عظیم الشان کانفرنس کی ایک امتیازی خصوصیت یہ بھی ہے کہ گذشتہ کانفرنسوں سے کئی گنا زیادہ اخراجات نشر و اشاعت، طباعت، کانفرنس کے اہتمام، مقالہ نگار اسکالرز حضرات کی آمد و رفت اور طعام و قیام وغیرہ پر ہوئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل و کرم اور آقا و مولیٰ سید عالم ﷺ کی خصوصی نظرِ رحمت اور عاشقِ رسول ﷺ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قدس سرہ العزیز کا خاص فیضان تھا کہ کسی بھی مرحلے پر ہمیں تنگ دستی کا احساس نہیں ہوا۔ غیب سے ہمیں ایسے مخیّر حضرات عطا فرمادیئے کہ جنہوں نے کسی مرحلے پر ہمیں رُکنے یا زیرِ بار ہونے نہیں دیا۔ ہم معارف رضا سالنامہ ۲۰۰۵ء اور مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس میں ان کے اسمائے گرامی کے ساتھ ان کا شکریہ ادا کرچکے ہیں اور آج ایک بار پھر ہم اپنے ان تمام معاونین کرام سلّمہم اللہ ذوالجلال والاکرام کے حضور سپاس گزار ہیں اور اللہ تبارک تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ جس طرح آج دین کے معاملے میں انہوں نے ہماری مدد فرمائی ہے تو قیامت کے دن جب وہاں تیری رحمت اور تیرے حبیب لبیب رحمۃ اللعالمین ﷺ کے دامنِ کرم کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا، ان کو پناہ عطا فرما اور دنیا و آخرت کی تمام بھلائیاں انہیں اور ان کی آل اولاد کو عطا فرما۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

بحمد اللہ اہلِ دل مخیّر حضرات کا اس فراخدلی سے ہمارے ساتھ مالی تعاون کرنا دراصل ہماری ۲۵ رسالہ کارکردگی پر ان کے مکمل اعتماد کی دلیل بھی ہے۔

رضؔا کے نام پہ سارا زمانہ ناز کرتا ہے
یہ وہ منصب ہے جو کہ ایک خوش قسمت کو ملتا ہے
رضؔا کے نام پہ مرتے ہیں لاکھوں لوگ دنیا میں
کوئی خوش (۱) ہو کے مرتا ہے کوئی جل جل (۲) کے مرتا ہے
(نظمی مارہروی)

ہم اللہ تعالیٰ کے حضور و سربسجود ہو کر دعا کرتے ہیں کہ بارالٰہ ہمیں دین و مسلک کی اس خدمت میں اخلاص عطا فرما اور ہمیں ہمارے محبین مخلصین اور معاونین کے سامنے ہمیشہ سرخرو رکھ۔ آمین و صلّی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقه سیدنا و مولانا محمد و علٰی اٰله وصحبه و بارك و سلم اجمعین۔

---

۱) محبانِ رضا ۲) اہلِ ہوا و ہوس

قرآن فرماتا ہے: وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی۔

نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔

اگر دوسرا مدد نہیں کرسکتا تو یہ حکم کس لئے؟

حدیث میں ہے:

اِذَا اَرَادَ اَحَدُکُمْ عَوْنًا فَلْیَقُلْ یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ!

یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ! یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ!

جب تم میں سے کوئی مدد چاہے تو یوں پکارے: اے اللہ کے بندو میری مدد کرو! اے اللہ کے بندو میری مدد کرو! اے اللہ کے بندو میری مدد کرو!

اور اس کی یہ تاویل کہ وہاں کچھ اولیاء زندہ نگاہوں سے پوشیدہ ہیں، یہ ان سے مدد کو فرمایا ہے محض نادانی ہے۔ دوسرے سے مدد مانگنا اگر شرک ہو تو شرک میں مردے اور زندے سب برابر۔ کیا زندے خدا کے شریک ہوسکتے ہیں؟ اور اولیاء مردہ نہیں کہے جاتے وہ بعد وفات بھی زندہ ہیں، قرآن کریم سے اس کا ثبوت آگے مذکور ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ۵ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۝

اوپر حدیث سے ثابت ہوا کہ صراط مستقیم محمد ﷺ وصدیق وفاروق ہیں رضی اللہ عنہما۔ تو سورۂ فاتحہ حضور اقدس ﷺ کی یاد پر مشتمل ہے اور شریعت مطہرہ نے نماز کی ہر رکعت میں اس کا پڑھنا واجب یا کم از کم سنت کیا اور ہر قعدہ میں التحیات واجب فرمائی جس کے اول میں حمد الٰہی کے بعد

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَآ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُهٗ

سلام حضور پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں۔

اور آخر میں شہادت وتوحید کا ذکر ہے:

وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے سب سے خاص تر بندے اور رسول ہیں۔

پھر ہر اخیر قعدہ میں اس کے بعد درود کا حکم ہے، یہ ہمارے نزدیک سنت اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے نزدیک فرض ہے۔ بے اس کے نماز ہوتی ہی نہیں۔

غرض نماز از اول تا آخر حضور اقدس ﷺ کی یاد سے معمور اور مالا مال ہے۔

وہابیہ کا امام اسماعیل دہلوی اپنی کتاب مسمّٰی بہ ''صراط مستقیم'' میں نماز میں حضور کی طرف خیال لے جانے کو معاذ اللہ تعالیٰ سخت ملعون الفاظ سے تعبیر کرتا ہے، شریعتِ مطہرہ کا منکر نہایت گستاخ اور ضال ہے۔ سورہ فاتحہ پر ایمان لانے والے خوب ہوشیار رہیں کہ فاتحہ نے جس طرح محبوبوں کے دامن تھامنے کی ہدایت فرمائی یونہی دشمنوں سے دور بھاگنے کی وباللہ توفیق۔

اللہ عزوجل اپنے غضب سے بچائے۔ اس کے غضب کو غصہ سے ترجمہ کرنا بھاری غلطی ہے۔ غصہ اصل میں گلے کے اچھو کو کہتے ہیں اور مجازاً اس کے غضب پر اطلاق ہوا جو گلے کے پھندے کی طرح گھٹے اور آدمی کسی خوف یا خاطر سے اسے ظاہر نہ کرسکے۔ اصل معنی یہ ہیں۔ اور اللہ عزوجل اس سے پاک ہے تو اس پر اس کے اطلاق سے احتراز چاہئے۔ جیسے ناواقف لوگ اس کی رضا کو رضا مندی بولتے ہیں، یہ بھی نادانی اور جہالت ہے۔ فارسی میں مند کا کلمہ ظرفیت کے لئے ہے۔ رضا مندی یعنی رضا سے بھرا ہوا، اور اللہ عزوجل ظرفیت سے پاک ہے۔ ادبِ الفاظ ایک بہت بڑا علم ہے، جسے اللہ عطا فرمائے۔ آج کل بہت لوگ اس سے معریٰ ہیں یا پرواہ نہیں کرتے اور یہ اول سے سخت تر ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

حدیث صحیح میں ارشاد ہوا کہ مغضوبوں سے مراد یہود ہیں اور ضالین سے نصاریٰ۔ یہود ونصاریٰ دونوں کافر ہیں اور ہر کافر پر اللہ کا غضب اور ہر کافر گمراہ۔ پھر اس آیت کی حکمت سمجھئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ محبوبانِ خدا کے ساتھ

عداوت بھی کفر ہے اور ایسی جھوٹی نفاقی محبت کہ ان کو خدا یا خدا کا بیٹا ٹھہرائے یہ بھی کفر۔ تو کافر دونوں ہوئے مگر وہ محبوبوں کی عداوت کی راہ سے۔ لہٰذا ان (یہودیوں) پر غضب کا لفظ ارشاد فرمایا، اور یہ (نصاریٰ) محبوبوں کی اِدّعائے محبت کی راہ سے، لہٰذا انہیں گمراہ بتایا اور یہی وجہ ہے کہ یہود پر ذلت و خواری مقرر فرمادی، ہزاروں برس ان کی سلطنت رہی پھر بھی جب سے اعلان فرمادیا:

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآءُوْا بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ط

کوئی بتادے کہیں سلطنت ہوئی، براہِ راست کوئی سلطنت نہیں، فلسطین کی حکومت بیساکھی کے سہارے ہے کہ محبوبوں سے دشمنی کی تھی اس کا بدلہ یہی ہے کہ دنیا میں خوار اور آخرت میں نار۔ نصاریٰ کی گمراہی محبتِ محبوبانِ خدا میں افراط سے ہوئی، محبوبوں کی محبت موجب عزت ہے، مسلمان بحمد للہ سب سچے محب ہیں، انہی کو عزت دی کہ آخرت کی سلطنت ہے، نصاریٰ جھوٹے محب تھے، انہیں دنیا کی عزت، دولت اور سلطنت عطا فرمائی کہ دنیا بھی نری جھوٹ اور دھوکا ہے۔ اس سے غور کرلو کہ محبوبوں کی محبت اور عداوت میں یہ فرق ہوتا ہے، پھر کیا کہنا ہے ان خوش نصیبوں کا جنہیں اپنے محبوبوں کی سچی محبت عطا فرمائے۔ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا، آمین۔

سورۂ فاتحہ کے بعد ''آمین'' کہنا سنت۔ آمین کلمۂ قرآن نہیں۔ وہ مُہر دعا اور خود ایک دعا ہے، اس کی معنیٰ ہیں ''الٰہی ایسا ہی کر''۔ اور دعا میں سنت آہستہ ہونا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں حکم ہے۔ لہٰذا نماز میں آہستہ آمین کہنا سنت ہوا۔

جو کچھ تیس (۳۰) پاروں میں ہے وہ صرف اس سورہ الحمد شریف میں ہے۔ اس کی بابت حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ رب عزوجل فرماتا ہے:

اِنِّیْ قَسَمْتُ الصَّلَاةَ بَیْنِیْ وَ بَیْنَ عَبْدِیْ نِصْفَیْنِ۔

میں نے سورۂ فاتحہ کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان نصف نصف تقسیم فرمایا۔ نصف اول میرے لئے اور نصف آخر میرے بندے کے لئے ہے۔ جب بندہ پہلے تین آیتوں کو پڑھتا ہے تو ارشاد فرماتا ہے کہ: میرے بندے نے میری تمجید کی اور بیچ کی آیت ''اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنَ'' پڑھتا ہے تو ارشاد فرماتا ہے: یہ آدھی میرے لئے اور آدھی میرے بندے کے لئے۔ جب اخیر کی تین آیات پڑھتا ہے ارشاد فرماتا ہے: هذا لعبدی و لعبدی ماسأل۔ یہ میرے بندے کے لئے وہ جو اس نے مانگا۔ یہ اس لئے ارشاد ہوا کہ پہلی تین آیتوں میں ''مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ'' تک مولیٰ عزوجل کی خالص حمد و ثنا اور پچھلی ''اِهْدِنَا'' سے لے آخر سورہ تک اپنے لئے دعا ہے اور بیچ کی آیت میں ذکر عبادت اور استعانت ہے۔ عبادت مولیٰ تعالیٰ کے لئے ہے اور استعانت بندہ کا نفع۔ (الملفوظ: ۱/ص: ۱۹)

وہابیہ کہتے ہیں: کہ اللہ تعالیٰ تو ''اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنَ'' فرماتا ہے، مسلمانوں نے انبیاء و اولیاء سے کیسے استعانت کی۔ ان اندھوں نے نہ جانا کہ وہی خدائے تعالیٰ فرماتا ہے:

''تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی'' اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور ''اِسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ'' اور صبر اور نماز سے مدد چاہو۔ اور ''اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ'' سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے اور ''یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ یَّشَآءُ'' چن لیتا ہے اپنے پسندیدہ رسولوں سے جسے چاہے۔ اور ''تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهَا اِلَیْكَ'' یہ غیب کی خبریں ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں اور ''یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ'' بے دیکھے ایمان لائے وغیرہا فرمارہا ہے۔ ''اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ'' تو کیا خدا کے کچھ حکموں پر ایمان لاتے ہو اور کچھ سے انکار کرتے ہو۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے خود تعلیم دی کہ ہم سے مدد مانگو۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کنا عند رسول الله ﷺ اذا تنته وفد هوازن فقالوا: یا محمد! انا اصل و عشیرة، وقد نزل بنا من البلاء ما لا یخفی علیک، فامنن علینا من الله علیک، فقال: اختاروا من اموالکم او من نسائکم و ابنائکم، فقالوا: خیرتنا بین احسابنا و اموالنابل نختار نساء نا وابناء نا فقال رسول الله ﷺ: اما ما کان لی ولبنی عبد المطلب فهو لکم، فاذا صلیت الظهر فقوموا وقولوا: انا نستعین برسول الله ﷺ علی المؤمنین او

المسلمين في نساء نا و ابناء نا فلما صلوا الظهر قاموا فقالو ذلك فقال رسول الله ﷺ فما كان لي و لبني عبد المطلب فهو لكم، فقال المهاجرون: وماكان لنا فهو لرسول الله ﷺ وقالت الانصار: وماكان لنا فهو لرسول الله ﷺ، فقال الاقرع بن حابس: اما انا وبنو تميم فلا، قال عيينة بن حصين: اما اناوبنو فزارة فلا، وقال العباس بن مرداس: اما انا و بنو سليم فلا، فقامت بنو سليم فقالوا: كذبت، ماكان لنا لرسول الله ﷺ فقال رسول الله ﷺ: يا ايها الناس! ردوا عليهم نسائهم و ابنائهم فمن تمسك من هذا الفي بشئ فله ست فرائض من اول شئ يضينه الله علينا، وركب راحلته وركبه الناس اقسم علينا فيئنا، فالجوه الى شجرة فخطفت رداء فقال يا ايها الناس! ردوا على ردائي، فو الله لو ان شجرتها مة نعما قسمته عليكم ثم لم تلقوني بخيلا و لا جبانا ولا كذوبا، ثم اتى بعيرا فاخذ من سنامه و بررة بين اصبيعه ثم يقولها: انه ليس لي من الفي شئ ولا هذه الاخمس والخمس مردود فيكم، فقام اليه رجل بكبة من شعر، فقال: يارسول الله! اخذت هذه لا صلح بها بردعة بعيرلي فقال: ماكان لي ولبني عبد المطلب فهولك، فقال: او بلغنت هذه فلا ارب لي فيها فنبذها وقال يا ايها الناس! ادو الخياط و المخيط، فان الغلول يكون على اهله عارا و شغارا يوم القيامة۔

وفیات

☆ حضرت علامہ منشاء تابش قصوری صاحب کی اہلیہ محترمہ کا گزشتہ دنوں لاہور میں انتقال ہوگیا۔

☆ محترم مولانا سید صابر حسین شاہ بخاری صاحب کے والد ماجد صوفی مسکین شاہ صاحب کا گزشتہ ماہ برہان شریف، اٹک میں وصال ہوگیا۔

☆ خطیب پاکستان حضرت علامہ شفیع اوکاڑوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ اور حضرت مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی صاحب کی والدہ ماجدہ گزشتہ ماہ کراچی میں وصال فرما گئیں۔

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کے صدر صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری صاحب، جنرل سیکریٹری مجید اللہ قادری صاحب اور تمام اراکینِ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا حضرت علامہ تابش قصوری صاحب، مولانا سید صابر حسین شاہ صاحب اور حضرت علامہ کوکب نورانی صاحب سے اس سانحۂ عظیم پر دلی تعزیت کا اظہار کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان تمام مرحومین کی مغفرت فرمائے اور اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین۔

۵۔ بدعت

مرتبہ: علامہ محمد حنیف خاں رضوی

گزشتہ قسط کا حوالہ:

۷۰۔ الجامع الصحیح البخاری۔ فضائل القرآن۔۱/۷۴۵

عجب لطف کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ و تابعین کا قطعاً نہ کرنا تو حجت ہو اور تبع تابعین کو باوجود ان سب کے نہ کرنے کے اجازت ملی، مگر تبع تابعین میں وہ خوبی ہے کہ جب وہ بھی نہ کریں تو اب پچھلوں کے لئے راستہ بند ہوگیا۔

اس بے عقلی کی کچھ حد بھی ہے۔اس سے تو اپنے یہاں کے ایک بڑے امام نواب صدیق حسن خاں شوہر ریاست بھوپال ہی کا مذہب اختیار کرلو تو بہت سے اعتراضوں سے بچو، انہوں نے بے دھڑک فرمادیا: جو کچھ رسول اللہ ﷺ نے نہ کیا سب بدعت و گمراہی ہے۔اب چاہے صحابہ کریں خواہ تابعین، کوئی ہو بدعتی ہے، یہاں تک کہ بوجہ ترویج تراویح امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معاذ اللہ گمراہ ٹھہرایا اور اعدائے دین کے پیرو مرشد عبداللہ کی روح مقبوح کو بہت خوش کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مجلسِ قیام کا انکار کرتے کرتے کہاں تک نوبت پہونچی۔ اللہ تعالیٰ اپنے غضب سے محفوظ رکھے۔آمین۔

امام علامہ احمد بن محمد عسقلانی شارح بخاری مواہب اللدنیہ میں فرماتے ہیں:

الفعل یدل علی الجواز وعدم الفعل لایدل علی المنع.

کرنے سے تو جواز سمجھا جاتا ہے اور نہ کرنے سے ممانعت نہیں سمجھی جاتی۔

شاہ عبدالعزیز صاحب تحفۂ اثناعشریہ میں فرماتے ہیں:

نکردن چیزے دیگراست ومنع فرمودن چیزے دیگر

یہ تمہاری جہالت ہے کہ تم نے فعل کے نہ کرنے کو اس فعل سے ممانعت سمجھ رکھا ہے۔

سخن شناس نئی دلبرا خطا اینجاست

حقیقۃ الامر یہ ہے کہ صحابہ و تابعین کو اعلاء کلمۃ اللہ و حفظ بیضۂ اسلام، نشرِ دین متین، قتل و قہر کافرین، اصلاح بلاد و عباد، اطفائے آتش فساد، اشاعت فرائض و حدود الٰہیہ، اصلاح ذات البین، محافظت اصول ایمان، حفظ روایت حدیث وغیرہا امور کلیہ مہمہ سے فرصت نہ تھی۔

لہذا یہ امور جزئیہ مستحبہ تو کیا معنی بلکہ تاسیسِ قواعد و اصول، تفریعِ جزئیات و فروع، تصنیف و تدوینِ علوم، نظمِ دلائلِ حق، ردِ شبہاتِ اہلِ بدعت وغیرہا امور عظیمہ کی طرف بھی توجہ کامل نہ فرما سکے۔ جب بفضل اللہ تعالیٰ ان کے زور بازو نے دینِ الٰہی کی بنیاد مستحکم کردی اور مشارق و مغارب میں ملّت حنفیہ کی جڑ جم گئی، اس وقت ائمہ و علمائے مابعد نے تخت و بخت سازگار پاکر بیخ و بن جمانے والوں کی ہمت بلند کے قدم لئے اور باغبانِ حقیقی کے فضل پر تکیہ کرکے اہم فالاہم کاموں میں مشغول ہوئے۔اب تو بے خلشِ صرصر و اندیشۂ سموم اور ہی آبیاریاں

ہونے لگیں۔

فکرِ صائب نے زمینِ تدقیق میں نہریں کھودیں، ذہنِ رواں نے زلالِ تحقیق کی ندیاں بہائیں، علماء و اولیاء کی آنکھیں ان پاک مبارک نونہالوں کے لئے تھالے بنیں، ہوا خواہانِ دین وملت کی نسیمِ انفاسِ متبرکہ نے عطر باریاں فرمائیں۔ یہاں تک کہ یہ مصطفیٰ ﷺ کا باغ ہرا بھرا، پھلا پھولا، لہلہایا اور اس کے بھینے پھولوں، سہانے پتوں نے چشم وکام ودماغ پر عجب ناز سے احسان فرمایا۔ الحمد لله رب العالمین۔

اب اگر کوئی جاہل اعتراض کرے، یہ کنجھیاں جواب پھوٹیں پہلے کہاں تھیں، یہ پتیاں جواب نکلیں پہلے کیوں نہاں تھیں، یہ پتلی پتلی ڈالیاں جواب جھومتی ہیں نو پید ہیں، یہ ننھی ننھی کلیاں جواب مہکتی ہیں تازہ جلوہ نما ہیں، اگر ان میں کوئی خوبی پاتے تو اگلے کیوں چھوڑ جاتے تو اس کی حماقت پر اس الٰہی باغ کا ایک ایک پھول قہقہہ لگائے گا کہ او جاہل! اگلوں کو جڑ جمانے کی فکر تھی، وہ فرصت پاتے تو یہ سب کر دکھاتے۔ آخر اس سفاہت کا نتیجہ یہ ہی نکلے گا کہ وہ نادان اس باغ کے پھول پھل سے محروم رہے گا۔

بھلا غور کرنے کی بات ہے۔ ایک حکیم فرزانہ کے گھر آگ لگی، اس کے چھوٹے چھوٹے بچے بھولے بھالے اندر مکان کے گھر گئے اور لاکھوں روپیہ کا مال واسباب بھی تھا، اس دانشمند نے مال کی طرف مطلق خیال نہ کیا، اپنی جان پر کھیل کر بچوں کو سلامت نکال لیا۔ یہ واقعہ چند بے خسرو بھی دیکھ رہے تھے، اتفاقاً ان کے یہاں بھی آگ لگ گئی۔ یہاں نرا مال ہی مال تھا، کھڑے ہوئے دیکھتے رہے اور سارا مال خاکستر ہوگیا۔ کسی نے اعتراض کیا تو بولے: تم احمق ہو، ہم اس حکیم دانشور کو آنکھیں دیکھے ہوئے ہیں، اس کے گھر آگ لگ گئی تھی تو اس نے مال کب نکالا تھا جو ہم نکالتے؟ مگر بے وقوف اتنا نہ سمجھے کہ اس اولوالعزم حکیم کو بچوں کو بچانے سے فرصت ہی کہاں تھی کہ مال نکالتا، نہ یہ کہ اس نے مال نکالنا برا جان کر چھوڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ کسی کو اوندھی سمجھ نہ دے۔ آمین۔

ہم نے مانا جو کچھ قرونِ ثلاثہ میں تھا سب منع ہے۔ اب ذرا حضرات مانعین اپنی خبر لیں۔ یہ مدرسے جاری کرنا، لوگوں سے چندہ لینا، طلبہ کے لئے مطبع نول کشور سے فیصدی دس روپیہ کمیشن لے کر کتابیں منگانا، یہ تخصیصِ روزِ جمعہ بعد نمازِ جمعہ وعظ کا التزام کرنا، جہاں وعظ کہنے جائیں نذرانہ لینا، دعوتیں اڑانا، مناظروں کے لئے جلسے اور پنچ مقرر کرنا، مخالفین کے رد میں کتابیں چھپوانا لکھوانا، واعظوں کا شہر بشہر گشت لگانا، صحاح کے دو دو ورق پڑھ کر محدثی کی سند لینا اور ان کے سوا ہزاروں باتیں کہ اکابر واصاغر طائفہ میں بلا نکیر رائج ہیں قرونِ ثلاثہ میں کب تھیں؟ ان پیشوایانِ فرقۂ جدیدہ کا تو ذکر ہی کیا ہے جو دو دو روپے نذرانہ لے مسئلوں پر مہر ثبت کریں، مدعی اور مدعیٰ علیہ دونوں کے ہاتھ میں حضرت کا فتویٰ، حج کو جائیں تو کمشنر دہلی وبمبئی کی چٹھیاں ضرور ہوں۔ کیا یہ باتیں قرونِ ثلاثہ میں تھیں یا تمہارے لئے پروانہ معافی آگیا کہ جو چاہو کرو، تم پر کچھ مواخذہ نہیں، یا یہ نکتہ چینیاں انہی باتوں میں ہیں جنہیں تعظیم ومحبت حضور ﷺ سے علاقہ ہو، باقی سب حلال وشیر مادر۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ فتاویٰ رضویہ، ۱۲/۸۴ تا ۸۷

موانعِ اجابت

معارف القلوب (گزشتہ سے پیوستہ)

مصنف: رئیس المتکلمین حضرت علامہ نقی علی خاں علیہ الرحمۃ الرحمٰن

شارح: امام احمد رضا خاں محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان **محشی:** مولانا عبدالمصطفیٰ رضا عطاری

قولِ رضا: اس کا استغناء حق، اس کا وعدہ حق، اس کی بات تمام، اس کی رحمت عام، دعا، کہ شرائط و آداب کی جامع ہو، حصولِ مسئول (یعنی جس کا سوال آیا گیا ہے) ہی کے ساتھ قبول ہونا ضروری نہیں۔ دفعِ بلا ہے، ثواب عقبیٰ ہے، جیسا کہ آتا ہے اور بایں ہمہ اس پر کچھ واجب نہیں۔

یَفْعَلُ اللّٰهُ مَایَشَاءُ (۱۹۷) اِنَّ اللّٰهَ یَحْكُمُ مَایُرِیْدُ○ (۱۹۸)

نہ اس کے غنائے مطلق میں کوئی شک۔ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ○ (۱۹۹)

نہ اس کے کسی وعدے یا وعید میں فرق آنا ممکن۔ اِنَّ اللّٰهَ لَایُخْلِفُ الْمِیْعَادَ (۲۰۰) مَایُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ وَمَا اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ (۲۰۱)

آہ آہ آہ!

جگر خوں میشود زیں یاد مارا
ز استغنائے حق فریاد مارا

لا ملجاء من الله الا اليه وحسبنا الله ونعم الوكيل وصلى الله تعالٰى علٰى النبى الرحمة المهدة اقرب وسيلة الى الله واله وصحبه بالتبجيد (۲۰۲)

سبب۴: حکمتِ الٰہی ہے کہ کبھی تو براہِ نادانی کوئی چیز اس سے طلب کرتا ہے اور وہ براہِ مہربانی تیری دعا کو اس سبب سے کہ تیرے حق میں مضر ہے، رد فرماتا ہے۔ مثلاً تو جویائے سیم و زر ہے (۲۰۳) اور اس میں تیرے ایمان کا خطرہ ہے یا تو خواہانِ تندرستی و عافیت ہے اور وہ علمِ خدا میں موجب نقصان عاقبت ہے۔ ایسا رد قبول سے بہتر۔ عَسٰی اَنْ تُحِبُّوْا شَیْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ (۲۰۴) پر نظر کر اور اس رد کا شکر بجالا۔

سبب۵: کبھی دعا کے بدلے ثوابِ آخرت دینا منظور ہوتا ہے تو حُطامِ دنیا (۲۰۵) طلب کرتا ہے اور پروردگار نفائسِ آخرت تیرے لئے ذخیرہ فرماتا ہے۔ یہ جائے شکر ہے نہ مقامِ شکایت۔

قولِ رضا:

سبب۶ تا۱۱: حضور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں: ''تین شخص ہیں کہ تیرا رب ان کی دعا نہیں قبول کرتا۔ ایک وہ کہ ویرانے مکان میں اترے، دوسرا وہ مسافر کہ سرِ راہ مقام کرے، یعنی سڑک سے بچ کر نہیں ٹھہرے۔ بلکہ خاص راستے ہی پر نزول کرے۔ تیسرا وہ جس نے خود اپنا جانور چھوڑ دیا۔ اب خدا سے دعا کرتا ہے کہ اسے روک دے۔''

اخرجه الطبرانی فی الکبیر عن عبد الرحمن بن عائذ ؓ **بسند حسن** اور فرماتے ہیں ﷺ: ''تین شخص اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں اور ان کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ ایک وہ جس کے نکاح میں کوئی بدخُلق عورت ہو اور وہ اسے طلاق نہ دے۔ دوسرا وہ جس کا کسی پر کچھ آتا تھا اور اس کے گواہ نہ کرلئے۔ تیسرا وہ جس نے سفیہ بے عقل کو مال سپرد کر دیا حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: سفیہوں کو اپنے مال نہ دو۔''

اخرجه الحاکم عن ابی موسی الاشعری ؓ **بسند نظیف** تو یہ چھ ہوئے جن کی نسبت تصریح فرمائی کہ ان کی دعا قبول نہیں ہوتی۔

اقول وبالله التوفیق ۔ مگر ظاہراً اس سے مراد یہی کہ اس خاص مادے میں ان کی دعا نہ سنی جائے گی نہ یہ کہ جو ایسا کرے مطلقاً اس کی کوئی دعا کسی امر میں قبول نہ ہو اور ان امور میں عدمِ قبول کا سبب ظاہر کہ یہ کام خود اپنے ہاتھوں کے کئے ہیں۔

ویرانے مکان میں اترنے والا اس کی مضرتوں سے آگاہ ہے۔ پھر اگر وہاں چوری ہو یا کوئی لوٹ لے یا جن ایذا پہنچائیں تو یہ باتیں خود اس کی قبول کی ہوئی ہیں، اب کیوں ان کے رفع کی دعا کرتا ہے۔

یونہی جب راستے پر قیام کیا، تو ہر قسم کے لوگ گذریں گے۔ اب اگر چوری ہوجائے یا ہاتھی، گھوڑے کے پاؤں سے کچھ نقصان، رات کو سانپ وغیرہ سے ایذا پہنچے، اس کا اپنا کیا ہوا ہے۔ نبی ﷺ فرماتے ہیں: ''شب کو سرِ راہ نہ اترو کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے جسے چاہے راہ پر پھیلنے کی اجازت دیتا ہے۔''

یونہی جانور کو خود چھوڑ کر اس کے حبس (۲۰۶) کی دعا تو ظاہر حماقت ہے۔ کیا خدا واحد قہار کو آزماتا یا معاذ اللہ اسے اپنا محکوم ٹھہراتا ہے۔ سیدنا عیسیٰ روح اللہ علیہ الصلوۃ والسلام سے کسی نے کہا: اگر خدا کی قدرت پر بھروسہ ہے، اپنے آپ کو اس پہاڑ سے نیچے گرادو۔ فرمایا: ''میں اپنے رب کو آزماتا نہیں۔''

عورت کی نسبت صحیح حدیث سے ثابت کہ ٹیڑھی پسلی سے بنی ہے۔ اس کی کجی ہرگز نہ جائے گی۔ سیدھا کرنا چاہو، تو ٹوٹ جائے گی اور اس کا ٹوٹنا یہ ہے کہ طلاق دے دی جائے۔ پس یا تو آدمی اس کی کجی پر صبر کرے یا طلاق دیدے کہ نہ طلاق دیتا نہ صبر کرتا بلکہ بددعا دیتا ہے، قابلِ قبول نہیں۔

یونہی جب گواہ نہ کئے خود اپنا مال مہلکہ میں ڈالا اور سفیہہ (۲۰۷) کو دینا بربادی کے لئے پیش کرنا ہے۔ پھر دانستہ، مواقعِ مضرت (۲۰۸) میں پڑ کر خلاص مانگنا حماقت ہے۔ خلاصہ یہ کہ ''خویشتن کردہ راہ علاجے نیست''

(۲۰۹) فقیر کے خیال میں ظاہر اً معنیٰ احادیث یہ ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقیر نے اس تحریر کے چند روز بعد الاشباہ والنظائر میں دیکھا کہ فوائد شتّٰی میں محیط کی کتاب الحجر سے یہ پچھلے تین شخص نقل کئے کہ ان کی دعا قبول نہیں ہوتی۔

علامہ حموی نے غمز العیون والبصائر میں احکام القرآن امام ابوبکر جصاص سے نقل کیا کہ ضحاک نے اپنے دَین (۲۱۰) پر گواہ نہ کرنے والے کی نسبت کہا:

ان ذھب حقہ لم یؤجر و ان دعا علیہ لم یجب لانہ ترک حق اللہ تعالٰی و امرہ۔

یعنی ''اگر اس کا حق مارا جائے تو کچھ اجر نہ پائے اور اگر مدیون پر بددعا کرے تو قبول نہ ہو کہ اس نے اللہ عزوجل کا حق چھوڑا اور اس کے امر کا خلاف کیا''

یعنی قولہ تعالیٰ: وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ (۲۱۱) یہ تعلیل بحمد اللہ تعالیٰ اس معنی کی مؤید ہے (۲۱۲) جو فقیر نے سمجھے۔ یعنی ان کی دعا مقبول نہ ہونا خاص اسی مادے میں ہے۔

حواشی

(۱۹۷) اللہ جو چاہے کرے۔ سورہ ابراہیم۔ آیت ۲۷، ترجمہ کنز الایمان

(۱۹۸) بے شک اللہ جو حکم فرماتا ہے جو چاہے۔ سورۃ المائدہ۔ آیت: ۱۔ ترجمہ کنز الایمان

(۱۹۹) بے شک اللہ ہی بے نیاز ہے، سب خوبیوں سراہا۔ سورۂ لقمٰن۔ آیت ۲۶۔ ترجمہ کنز الایمان

(۲۰۰) بے شک اللہ وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔ سورۃ الرعد۔ آیت ۳۱۔ ترجمہ کنز الایمان

(۲۰۱) میرے یہاں بات بدلتی نہیں اور نہ میں اپنے بندوں پر ظلم کروں۔ سورۂ قٓ۔ آیت ۲۹۔ ترجمہ کنز الایمان

(۲۰۲) اللہ عزوجل سے پناہ نہیں مگر اسی کے پاس اور اللہ عزوجل ہم کو بس ہے اور کیا ہی اچھا کارساز اور اللہ تعالیٰ اپنے رحمت والے نبی ﷺ اور ان کے تمام آل واصحاب پر رحمت نازل فرمائے جن کے لئے کائنات سجائی گئی۔ اللہ عزوجل کی طرف سب سے قریبی وسیلہ ہیں۔

(۲۰۳) یعنی مال و دولت کا متلاشی وخواہشمند۔

(۲۰۴) قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں پسند آئے اور وہ تمہارے حق میں بُری ہو۔ سورۃ البقرہ۔ آیت ۲۱۶۔ ترجمہ کنز الایمان

(۲۰۵) دنیوی ساز وسامان۔ (۲۰۶) یعنی اس کے قابو آنے کی دعا۔

(۲۰۷) بے عقل و بے وقوف (۲۰۸) نقصان دہ مقامات۔

(۲۰۹) ع نہیں علاج خود کردہ کارسازی کا (۲۱۰) قرض

(۲۱۱) اور جب خرید وفروخت کرو تو گواہ کرلو۔ سورۃ البقرہ۔ آیت ۲۸۲۔ ترجمہ کنز الایمان

(۲۱۲) یعنی تائید کرتی ہے۔

معارفِ اسلاف

سلسلہ اشرفیہ کی عظیم روحانی شخصیت قطب ربانی

حضرت سید طاہر اشرف جیلانی قدس سرہ

مخدوم زادہ ابو المکرم سید محمد اشرف جیلانی *

قطب ربانی حضرت ابو مخدوم شاہ سید محمد طاہر اشرف اشرفی الجیلانی قدس سرہ کا سلسلہ نسب ۲۶ رویں پشت میں حضرت غوث الاعظم سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ سے اور ۳۹ رویں پشت میں سرور کائنات فخر موجودات حضرت محمد مصطفی ﷺ سے ملتا ہے۔

ولادت باسعادت: حضرت قطب ربانی قدس سرہ کی ولادت ۱۲ ربیع الاول ۱۳۰۷ھ بمطابق ۱۸۸۹ء کو دہلی میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم والدہ محترمہ سے حاصل کی جو بڑی متقی و پرہیز گار خاتون تھیں۔ جب آپ کی عمر چار سال چار ماہ چار دن ہوئی تو بڑی دھوم دھام سے آپ کی تسمیہ خوانی کی گئی بعد ازاں والد گرامی نے اپنے مدرسہ حسین بخش میں تعلیم کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ کے والد محترم کا نام حضرت حافظ سید حسین اشرف اشرفی الجیلانی قدس سرہٗ (متوفی ۱۳۱۸ھ) تھا۔ وہ اپنے وقت کے جیّد عالمِ دین اور صوفی باصفا تھے اور خانوادۂ اشرفیہ کی ایک محترم شخصیت سمجھے جاتے تھے۔ آپ کیونکہ مدرسہ حسین بخش میں تدریس کے فرائض انجام دے رہے تھے اس لئے آپ نے اپنے ہونہار فرزند کو بھی اسی مدرسہ میں داخل کروایا اور اپنی نگرانی میں تعلیم کا آغاز کروایا حضرت قطب ربانی نے بڑی ذوق وشوق سے پڑھائی کا آغاز کیا اور چھ سال کی عمر میں قرآن کریم ناظرہ مکمل کر کے قرأت سیکھنا شروع کی اور بہت جلد اس فن میں کمال حاصل کرلیا۔ آپ کی آواز اس قدر جاذب اور پُر اثر تھی کہ جب کبھی آپ تلاوت فرماتے تو حاضرین پر عجیب کیفیت طاری ہوجاتی۔ اکثر بزرگان دین نے آپ کی کم عمری میں ہی آپ کے منازل سلوک پر فائز ہونے کی بشارت دی تھی۔ حضرت سید حسین اشرف اشرفی الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیم کے ساتھ آپ کی روحانی تربیت بھی شروع کردی چنانچہ والد محترم نے آپ کو ۹ رسال کی عمر میں سورۂ مزمل شریف کا چلّہ کروایا جو آپ نے دریا جمنا میں ناف تک پانی میں کھڑے ہوکر کیا۔ دوران چلّہ ایک خونخوار مچھلی نے آپ کے پیر پر کاٹ لیا لیکن آپ نے اسی حالت میں بقیہ چلّہ مکمل کیا۔ اس چلّے کی پوری تفصیل حضرت قطب ربانی کی سوانح حیات میں موجود ہے۔

تحصیلِ علم: قرآن کریم تجوید کے ساتھ ناظرہ مکمل کرنے کے بعد والد محترم نے آپ کو عربی و فارسی کی کتب خود پڑھائیں۔ ابھی یہ سلسلہ جاری تھا کہ ۱۳۱۸ء میں آپ سایۂ پدری سے محروم ہوگئے۔ والد محترم کے وصال کے بعد پورے گھر کی کفالت کی ذمہ داری آپ پر آگئی لیکن آپ نے حالات کا مقابلہ کرتے ہوئے نہایت خوش اسلوبی سے اس ذمہ داری کو نبھایا اور ساتھ ساتھ تعلیم کو بھی جاری رکھا۔ آپ نے وقت کے جید علماء سے درسِ نظامیہ کی کتب پڑھیں اور دورۂ حدیث شریف کی تکمیل مشہور مفتی و محدث جناب مفتی حبیب احمد علوی قدس سرہٗ سے کی۔ مفتی صاحب آپ پر بڑی شفقت فرماتے تھے اور کئی کئی گھنٹے آپ کو حدیث شریف پڑھاتے تھے۔ مفتی صاحب نے اپنے شاگرد کی ہونہاری کے آثار دیکھتے ہوئے اپنی صاحبزادی کا عقد آپ سے کردیا۔ شادی کے بعد آپ کی ذمہ داری میں مزید اضافہ ہوگیا۔ چنانچہ آپ نے اس ذمہ داری سے عہدہ برآں ہونے کے لئے مدرسہ حسین بخش میں والد محترم کی جگہ درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور کئی سال تک معلّمی کے فرائض انجام دیتے رہے۔

مرشد کامل سے شرفِ بیعت: جب ۱۳۳۲ھ میں سلسلہ اشرفیہ کے بزرگ اعلیٰ حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی المعروف اشرفی میاں قدس سرہٗ متوفی ۱۳۵۵ھ دہلی تشریف لائے۔ حضرت قطب ربانی قدس سرہٗ نے حضرت اشرفی میاں کے دست مبارک پر دہلی میں بیعت کی اور بیعت کے فوراً بعد اعلیٰ حضرت اشرفی میاں قدس سرہ نے آپ کو سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ سراجیہ اشرفیہ اور قادریہ جلالیہ اشرفیہ نیز معمریہ منوریہ کی اجازت وخلافت عطا فرمائی۔

* سجادہ نشین درگاہِ عالیہ اشرفیہ، کراچی

سیاحت اور تبلیغِ دین: بیعت اور خلافت کے بعد آپ مرشد کامل اعلیٰ حضرت اشرفی میاں قدس سرہٗ کے حکم سے تبلیغِ دین کے لئے روانہ ہوگئے اور اس سلسلہ میں پہلا سفر کلکتہ کا کیا۔ ابتداء میں لوگ آپ سے ناواقف تھے لیکن جب دھرم تلّہ کے میدان میں آپ نے پہلی تقریر فرمائی تو اسی وقت آپ کی تقریر کے بعد کئی سو ہندو مسلمان ہوئے۔ اس کے بعد آپ کی شہرت دور دور تک پھیل گئی لوگ جوق در جوق سلسلۂ اشرفیہ میں داخل ہونے لگے۔ وہاں سے آپ ضلع ''گیا'' تشریف لے گئے جو ایک پسماندہ علاقہ تھا، مذہب سے دوری اور ہندوانی رسوم کا رواج عام تھا۔ مسجدیں بہت کم تھیں جبکہ دینی مدارس کا نام تک نہ تھا۔ آپ نے جب یہ صورت دیکھی تو بہت سے تبلیغی اور اصلاحی اقدامات کئے۔ پہلے اپنے مریدین میں سے چند پڑھے لکھے سمجھدار لوگوں کو منتخب کر کے انہیں دین کے ضروری احکامات سمجھائے اور پھر انہیں مختلف علاقوں میں بھیجا۔ اس کے علاوہ آپ خود بھی کئی کئی گھنٹے مسلسل درس دیتے تھے اور اصلاحی بیان فرماتے تھے جس میں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، طہارت و پاکیزگی وغیرہ کے ضروری احکامات سمجھاتے تھے۔ قرآن کریم کی تعلیم کے لئے آپ نے مریدین میں سے حفاظ کو منتخب کیا اور حکم دیا کہ ان علاقوں میں جا کر لوگوں کو قرآن کریم پڑھائیں۔ آپ کے حکم کی تعمیل میں ان حفاظ نے بلا معاوضہ قرآن کریم کی تعلیم دی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دو تین سال کے عرصہ میں قرآنی تعلیم عام ہوگئی۔ آپ نے ضلع ''گیا'' اور اس کے گرد و نواح میں کئی مساجد قائم کیں اور ان میں باقاعدہ امام مؤذن مقرر کئے۔ ان علاقوں میں دینی کتب کی کمی تھی، جب آپ دوبارہ تشریف لے گئے تو دہلی سے کافی تعداد میں دینی کتب اپنے ساتھ لے کر گئے اور وہاں کی مساجد و مدارس کے علاوہ لوگوں میں مفت تقسیم کیں۔ آپ نے خود بھی بہت سے کتب تصنیف فرمائیں جو اب بھی موجود ہیں اور انشاء اللہ وقتاً فوقتاً شائع کی جائیں گی۔ اس کے بعد آپ کا یہ معمول ہوگیا کہ ہر سال کلکتہ تشریف لے جاتے اور تین مہینے اسلامیہ بلڈنگ میں زکریا اسٹریٹ پر قیام فرماتے۔ پھر وہیں سے ضلع ''گیا'' اور اس کے گرد و نواح کے دیگر علاقوں میں کا دورہ کرتے اور تبلیغی کام کا جائزہ لیتے۔ کلکتہ کے علاوہ بمبئی، پونا، گوالیار، بنارس، بہار اور لکھنؤ وغیرہ میں آپ کے مریدین کی کافی تعداد موجود تھی اور آپ ہر سال ان تمام شہروں کا دورہ فرماتے تھے۔ اس طرح آپ نے چون (۵۴) سال سیاحت کی، ہزاروں کو مسلمان کیا اور لاکھوں مسلمانوں کو اصلاح کے ذریعے صراطِ مستقیم پر گامزن کردیا، لاکھوں افراد آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کر کے سلسلہ اشرفیہ میں داخل ہوئے۔

ہجرت پاکستان: برکات فیوض اشرفی کی یہ شمع نور ۱۹۴۷ء تک دہلی میں فروزاں رہی اور تقسیم ملک کے وقت حضرت قطب ربانی قدس سرہٗ نے معہ اہل و عیال کراچی ہجرت فرمائی۔ آپ پابندی قوانین شریعت پر زور دیتے تھے اور حاضرین مجلس و مریدین کو صوم و صلوٰۃ کی پابندی کی تلقین فرماتے تھے، ننگے سر بیٹھنے والے کو سخت ناپسند کرتے تھے اور آدابِ محفل ملحوظ رکھنے کی سخت تاکید فرماتے تھے۔ ۱۹۵۶ء میں آپ نے ہندوستان کا سفر اختیار کیا اور خصوصیت سے اپنے فرزند اور جانشین حضرت ابو محمد شاہ سید احمد اشرف اشرفی الجیلانی مدظلہٗ العالی کو ساتھ رکھا

خرابی صحت و وصال: اس دورے کے بعد آپ کی طبیعت خراب رہنے لگی۔ علالت کے باعث آپ حجرہ مبارک میں رہنے لگے اور سارا کام اپنے جانشین ابو محمد سید احمد اشرف اشرفی الجیلانی کے سپرد کردیا۔ ۱۷؍جمادی الاول ۱۹۶۱ء میں حضرت قطب ربانی نے وصال فرمایا۔ آپ کی نماز جنازہ غزالی دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی نوراللہ مرقدہ نے پڑھائی اور آپ کا مزار مبارک آپ کی نشان کردہ جگہ پر ہی بنایا گیا۔

آپ نے اپنی زندگی میں اپنے فرزند ابو محمد شاہ سید احمد اشرف اشرفی الجیلانی مدظلہٗ العالی کو اپنی خاص نگرانی میں چلہ کشی کروائی اور منازلِ سلوک عرفان طے کرانے کے بعد وقت کے جیّد علماء و صوفیاء کی موجودگی میں سلسلہ اشرفیہ اور اس کے علاوہ دیگر سلاسل طریقت کی اجازت و خلافت عطا فرمائی اور اپنا جانشین مقرر کیا۔ چنانچہ حضرت ربانی کے وصال کے بعد آپ ہی حضرت کی درگاہ کے سجادہ نشین ہیں، آج یہ درگاہ پاکستان میں سلسلہ اشرفیہ کا سب سے بڑا روحانی مرکز ہے۔

اردو نعتیہ شاعری کے فروغ میں امام احمد رضا کا حصہ

جناب شفیق اجمل صاحب*

ابتدائے اسلام سے نعت گوئی شاعری کا مستقل موضوع رہی ہے۔ بارگاہ رسالت ﷺ کے شاعر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ عربی کے بڑے نعت گو شاعر ہیں۔ اتنا حسن قبول انہیں حاصل ہوا کہ عجم و ہند کے نعت گو شعراء کو حسان وقت سے موسوم کیا جانے لگا۔ فارسی شعر و ادب کی تاریخ میں جامی، سعدی، قدسی، عرفی کا نام نعت گو کی حیثیت سے ممتاز ہے۔ انہوں نے ایک مستقل صنف سخن کی حیثیت سے فارسی میں نعت گوئی کو رائج کیا۔

اردو شاعری میں نعتیہ مضامین ابتداء ہی سے قلمبند کئے جاتے رہے ہیں۔ اردو کے تمام شعراء کے دواوین خواہ وہ کسی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں، اس کے شاہد ہیں۔ خلوص و عقیدت سے قطع نظر نعت گوئی کو ایک طرح سے تقلیدی حیثیت حاصل ہوگئی تھی۔ نعت گوئی اگرچہ ہمیشہ سے موجود تھی لیکن اردو زبان وادب میں اسے فن کی حیثیت سے حضرت رضا بریلوی سے پہلے کسی نے نہیں اختیار کیا۔ حضرت رضا بریلوی اردو کے پہلے بڑے شاعر ہیں جنہوں نے اپنی شاعری کا موضوع صرف نعت گوئی کو قرار دیا۔

حضرت رضا بریلوی سے پہلے نعت گوئی کی بزم سونی پڑی تھی۔ انہوں نے آ کر اس بزم کو زینت بخشی اور نعت گوئی کو مستقل ایک فن کا مرتبہ دے کر اسے درجہ کمال تک پہنچایا ان کی نعت میں تخلیقی شان پائی جاتی ہے۔ حضرت رضا بریلوی نے جس عمدگی اور خوبی کے ساتھ اظہار خیال کیا ہے اور جس آسانی کے ساتھ اپنے مطالب کو بیان کیا ہے اس کی نظیر متقدمین شعرائے اردو کے کلام میں کمیاب ہے۔ حضرت رضا بریلوی کو فن نعت گوئی سے پوری ذہنی مناسبت تھی۔ ان کے یہاں بلند تخیل، مضمون آفرینی، خیال بندی، قدرت زبان اور ذہنی اپج بدرجہ اتم موجود ہے۔ حضرت رضا بریلوی نے روایتی خیالات و اندازِ بیان سے قطع نظر کرتے ہوئے نعت کے میدان میں ایک نئی راہ نکالی اور اپنے تخیل کی ندرت اور اپنے بیان کی لطافت سے نعت کو جو ابتک ایک مذہبی موضوع تھا، ایک پروقار و اہم صنف سخن بنا دیا۔ ان کی نعت اپنے انفرادیت کی بنا پر اردو ادب کا ایک مستقل سرمایہ بن گئی۔

پروفیسر محمد طاہر فاروقی (صدر شعبۂ اردو پشاور یونیورسٹی) کی رائے ہے:

''اعلیٰ حضرت عشقِ رسول میں ڈوبے ہوئے تھے اور وہی جذبہ ان کی نعت گوئی کی سب سے نمایاں خصوصیت ہے۔ اسی لئے ان کے اشعار میں ''از دل خیزد بر دل ریزد'' کا صحیح عکس نظر آتا ہے۔'' [۱]

مشہور محقق کالی داس گپتا کہتے ہیں:

''........اسلامی دنیا میں ان کے مقام بلند سے قطع نظر ان کی شاعری بھی اس درجہ کی ہے کہ انہیں انیسویں صدی کے اساتذہ میں برابر مقام دیا جائے ....ان کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے کامل صاحبِ فن اور مسلم الثبوت شاعر ہونے میں شبہ نہیں اور ان کی نعتیہ غزلیں تو مجتہدانہ درجہ رکھتی ہیں۔'' [۲]

پروفیسر مجید اللہ قادری رقمطراز ہیں:

''.........امام احمد محدث بریلوی قدس سرہ فقیہِ اعظم ہونے کے ساتھ ساتھ بحیثیت شاعر بالکل منفرد مقام کے مالک ہیں۔'' [۳]

پروفیسر خلیل الرحمٰن اعظمی کا خیال ہے:

''........حضرت مولانا احمد رضا کے کلام میں والہانہ سرشاری سپردگی اور سوز و گداز کی جو کیفیت ملتی ہے وہ اردو کے نعت گو شعراء میں اپنی مثال آپ ہیں.......وہ ہر ایک اعتبار سے بلند مرتبہ شاعر ہیں۔'' [۴]

ڈاکٹر سراج احمد بستوی کی رائے میں:

حضرت رضا بریلوی نے نعت کے فن میں عشقِ رسول کی سچی تڑپ اور کسک پیدا کر کے اس فن کو سرحد کمال سے آگے کا سفر کرا دیا۔'' [۵]

مولانا ابو سلیم عبدالحی رامپوری کے خیال میں:

*ریسرچ اسکالر، شعبہ اردو، بنارس ہندو یونیورسٹی۔

''امام احمد رضا فن شعر میں کمال رکھتے تھے...... ہر
صنف شاعری میں طبع آزمائی کی لیکن نعت میں خاص
مقام پیدا کیا۔'' ۶

حضرت رضا بریلوی ایک شریف، دیندار اور پڑھے لکھے خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ فطرت میں نیکی، زہد وتقویٰ اور پاکیزگی جیسی خوبیاں رچی بسی تھیں۔ دل عشق رسول ﷺ سے سرشار اور ذہن ودماغ یادِ رسول سے معطر تھا لہٰذا ان کے قلم سے نکلا ہوا ہر شعر کیف ومستی اور سوز وگداز میں ڈوبا ہوا ہے۔

حضرت رضا بریلوی کی نعت گوئی میں احتیاط:

نعت ایک مشکل ترین صنف ہے۔ نعت میں طبع آزمائی کرنا گویا ایک پُر خطر وادی میں قدم رکھنے کے مترادف ہے کیونکہ ادنیٰ سی لغزش اس راہ کے راہی کے لئے دارین کی ہلاکت کا پیش خیمہ ثابت ہوسکتی ہے۔ اس لئے نعت گوئی میں حدود شریعت اور آداب محبت دونوں ضروری ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب کوئی شخص خدا اور رسولِ خدا کے احکام وارشادات سے آگاہی نہ رکھتا ہو، نعت نہیں کہہ سکتا۔ علمِ دین سے بیگانہ شخص کہیں نہ کہیں غچا کھا جاتا ہے یا کھا سکتا ہے۔

حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں:

''حقیقتاً نعت لکھنا بہت مشکل کام ہے جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں، اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے۔ اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے، اور حمد آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے، اس میں ایک جانب اصلاً حد نہیں اور نعت میں تو دونوں جانب سخت پابندی ہے۔'' ۷

حضرت رضا بریلوی نے اپنی نعت نویسی کے لئے قرآن وحدیث کو مشعلِ راہ بنایا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کا نعتیہ کلام افراط وتفریط کے بھول بھلئے سے پاک ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

ہوں اپنے کلام سے نہایت محظوظ
بیجا سے ہے المنۃ للہ محفوظ
قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی
یعنی رہے آدابِ شریعت ملحوظ

قرآن مقدس نے حضرت رضا بریلوی کو رہِ نعت کے آداب سکھائے۔ آپ نے کسی مقام پر بھی شریعت وطریقت کی حدود سے تجاوز نہ کیا۔ نعت گوئی کے لئے صرف زبان وبیان پر قدرت حاصل کر لینا ہی کافی نہیں بلکہ شاعرانہ صلاحیت اور فنی محاسن کے ساتھ ساتھ ذہن ونظر کی پاکیزگی، عشق رسول میں سرشار دل اور سوز وگداز بھی ضروری ہے۔ حضرت رضا بریلوی نے نقشِ قدم حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اپنا رہبر بنایا، عشق کی بنیاد پر فکر وخیال کی عمارت کو استوار کیا اور محبت کے جذبات کو اظہار کا ذریعہ بنایا۔ فرماتے ہیں:

رہبر کی رہِ نعت میں گر حاجت ہو
نقشِ قدم حضرت حسان بس

کرم نعت کے نزدیک تو کچھ دور نہیں
کہ رضائے عجمی ہو سگِ حسانِ عرب

حضرت رضا بریلوی کے پہلے بڑے شاعر ہیں جنہوں نے اپنی شاعری کا موضوع صرف نعت کو قرار دیا۔ فرماتے ہیں:

کروں مدح اہلِ دول رضاؔ، پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا، مرا دین پارۂ ناں نہیں

یہی کہتی ہے بلبلِ باغِ جناں کہ رضاؔ کی طرح کوئی سحرِ بیاں
نہیں ہند میں واصف شاہِ ھدیٰ مجھے شوخیِ طبعِ رضاؔ کی قسم

اس شعر کے مصداق حضرت رضا بریلوی اردو کے سب سے بڑے نعت گو تسلیم کئے جانے لگے۔

حضرت رضا بریلوی کا انداز واسلوب:

نعت کا موضوع تو دراصل ایک ہی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدحت وثنا۔ اس میں مضامین کی نیرنگی بھی ایک حد تک ہی ہے کہ یہ مضامین پہلے دن سے استعمال ہو رہے ہیں۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے آج تک کے نعت گو شعرائے کرام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف وتوصیف میں جو مضامین اختیار کرتے ہیں ان میں طرزِ ادا کی رنگینی خاص بات ہوتی ہے۔ مضامین تو کچھ زیادہ نئے نہیں ہوسکتے لیکن حضرت رضا بریلوی اپنا الگ تشخص رکھتے ہیں۔ ایک

ہی موضوع پر مختلف مضامین کو اسلوب کی نیرنگی کے ساتھ ادا کرتے ہیں تو ایسا حسن پیدا ہوتا ہے جو پڑھنے اور سننے والے کو متاثر کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

کلام رضا میں زبان و بیان کی خوبی:

علامہ شمس بریلوی فرماتے ہیں:

> ''جناب موصوف (حضرت رضا بریلوی) کو یہ صفائی ستھرائی اور سادگی کسی استاد کی رہنمائی کی بدولت میسر نہیں آئی بلکہ حضرت کی تبحر علمی نے خود فنِ شاعری، لوازم شاعری، فصاحت و بلاغت، معانی و بیان اور طرزِ ادا کے تمام محاسن کے راز ان پر کھول دیئے تھے......حضرت کے کلام کا بیشتر حصہ اسی سلاستِ بیان اور لطافتِ زبان کا آئینہ دار ہے۔'' ۸ے

حضرت رضا بریلوی کو زبان کا وہ ملکہ اور وہ قدرتِ بیان حاصل تھا جو اردو اساتذہ شعراء کو حاصل ہے۔ انہوں نے زبان کی بے ساختگی، روانی اور بندش کی چستی کا اہتمام کر کے اپنی زبان دانی کے جوہر دکھائے ہیں۔ ان کے یہاں پر وقار اور پر شکوہ الفاظ کی دھوم دھام ہے۔ وہ علوِ تخیل کے ساتھ علوء الفاظ کی پابندی ضروری سمجھتے ہیں۔ ان کے کلام میں دلکشی، لطافت اور پاکیزگی موجود ہے۔ ذیل میں زبان کی لطافت اور بے ساختگی ملاحظہ ہو:

غم ہوگئے بے شمار آقا   بندہ تیرے نثار آقا
بگڑا جاتا ہے کھیل میرا   آقا آقا سنوار آقا

اپنی رحمت کی طرف دیکھیں حضور   جانتے ہیں جیسے ہیں بدکار ہم
اپنے مہمانوں کا صدقہ ایک بوند   مرمٹے پیاسے ادھر سرکار ہم

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں   تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں
پھول کیا دیکھو میری آنکھوں میں   دشتِ طیبہ کے خار پھرتے ہیں

ذرے جھڑ کر تیرے پیزاروں کے   تاج سر بنتے ہیں سیاروں کے

نعت گوئی میں نازک خیالی ایک مشکل منزل ہے مگر حضرت رضا بریلوی نے اس منزل کو بھی بہ آسانی طے کیا ہے۔ اس شعر میں ان کی نازک خیالی ملاحظہ ہو:

طوبیٰ میں جو سب سے اونچی نازک سیدھی نکلی شاخ
مانگوں نعت نبی لکھنے کو روحِ قدس سے ایسی شاخ

حضرت رضا بریلوی کے قادر الکلامی کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ انہوں نے سنگلاخ اور مشکل زمینوں میں بھی طرزِ ادا کی رنگینی کے جلوے بکھیرے ہیں۔ ذیل میں کچھ مطلع دیئے جاتے ہیں جن سے اندازہ ہوگا کہ حضرت رضا بریلوی نے کیسی کیسی مشکل زمینوں میں سربلندی اور کامیابی کے ساتھ طبع آزمائی کی ہے۔

رونق بزمِ جہاں ہے عاشقانِ سوختہ
کہہ رہی ہے شمع کی گویا زبانِ سوختہ

نار دوزخ کو چمن کردے بہارِ عارض
ظلمتِ حشر کو دن کردے نہارِ عارض

جو بنوں پر ہے بہار چمن آرائی دوست
خلد کا نام نہ لے بلبلِ شیدائی دوست

عشق مولیٰ میں ہوں خوں بار کنارِ دامن
یاخدا جلد کہیں آئے بہارِ دامن

مضمون آفرینی:

حضرت رضا بریلوی کے یہاں کہیں بھی مضمون آفرینی کی کمی محسوس نہیں ہوتی۔ انہوں نے اس رنگ میں بھی اپنی بیان دانی کے جوہر دکھائے ہیں۔ زبان کی سلاست، سادگی، بندشوں کی چستی، جدت پسندی اور ندرت تخیل سے حضرت رضا بریلوی کا کلام لبریز ہے۔ ان کی مضمون آفرینی ملاحظہ فرمائیں:

رخِ انور کی تجلی جو قمر نے دیکھی
رہ گیا بوسہ دہِ نقش کفِ پا ہوکر

جہاں کی خاک روبی نے چمن آرا کیا تجھ کو
صبا ہم نے بھی ان گلیوں کی کچھ دن خاک چھانی ہے

شکر خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے
جس پر نثار جان فلاح و ظفر کی ہے

نہ رکھی جوشِ حسن نے گلشن میں جا باقی
چٹکتا پھر کہاں غنچہ کوئی باغِ رسالت کا

معنی آفرینی:

حضرت رضا بریلوی کے یہاں معنی آفرینی کی کمی بھی محسوس نہیں ہوتی، مگر ان کا کلام غلو و مبالغہ سے پاک ہے۔ حضرت رضا بریلوی نے تمام آداب و قیود کے ساتھ اپنی معنی آفرینی کے ایسے حسین اور عطر بیز غنچے کھلائے ہیں کہ جن کی خوشبو سے عقیدت و ایمان اور دل و دماغ معطر ہے۔ معنی آفرینی کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

اے خارِ طیبہ دیکھ کہ دامن نہ بھیگ جائے
یوں دل میں آ کہ دیدۂ تر کو خبر نہ ہو

ماہِ من یہ نیرِ محشر کی گرمی تابکے
آتشِ عصیاں میں خود جلتی ہے جانِ سوختہ

رضا یہ نعت نبی نے بلندیاں بخشیں
لقب زمینِ فلک کا ہوا سمائے فلک

تاب مرأت سحر گردِ بیابانِ عرب
غازۂ روئے قمر دودِ چراغانِ عرب

پیکر تراشی:

شاعر کو مشاہدے کے ذریعہ جو حسی تجربات حاصل ہوتے ہیں وہ تخیلی پیکر کے ذریعہ پیش کر دیتا ہے یعنی شاعر کا قلم تصویر کشی کی زبردست صلاحیت رکھتا ہے۔ کسی شے، کسی منظر اور کسی حالت کی تصویر اس کے پردۂ ذہن پر نقش ہو جاتی ہے اور وہ لفظوں کے ذریعہ اس تصویر کو قاری کے سامنے اس طرح پیش کر دیتا ہے کہ وہ اصل تصویر سے کہیں زیادہ حسین نظر آتی ہے۔ حضرت رضا بریلوی نے اپنی شاعری میں پیکر تراشی سے بہت کام لیا ہے اور اپنے کلام میں خوب قلمی تصویر کے جوہر بکھیرے ہیں۔ حضرت رضا بریلوی کو پیکر تراشی میں ملکہ حاصل تھا۔ اردو شاعری میں پیکر تراشی کے جتنے اچھے نمونے حضرت رضا بریلوی کے یہاں موجود ہیں دیگر شعراء کے یہاں یہ خصوصیت کم ہی پائی جاتی ہے۔ پیکر تراشی کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

بچا جو تلووں کا ان کے دھوون، بنا وہ جنت کا رنگ و روغن
جنہوں نے دولہا کی پائی اترن، وہ پھول گلزارِ قدس کے تھے

وہی تو اب تک جھلک رہا ہے، وہی تو جوبن ٹپک رہا ہے
نہانے میں جو گرا تھا پانی، کٹورے تاروں نے بھر لئے تھے

اتار کر ان کے رخ کا صدقہ یہ نور کا بٹ رہا تھا باڑہ
کہ چاند سورج مچل مچل کر جبیں کی خیرات مانگتے تھے

مناظرِ قدرت:

مناظرِ قدرت کی روایت اردو زبان میں ہمیشہ پسندیدہ سمجھی جاتی رہی ہے لیکن اس کے اچھے نمونے اردو شاعری میں کم ہی ملتے ہیں۔ مناظرِ قدرت کے لئے جس بلند تخیل، مشاہدے کی گہرائی اور زورِ بیان کی ضرورت ہوتی ہے وہ سب حضرت رضا بریلوی کے یہاں بدرجہ اتم موجود ہے۔ انہوں نے مختلف مناظر کی اتنی حسین اور دلکش تصویر پیش کی ہے کہ وہ اصل سے بھی زیادہ حسین اور دلکش نظر آتی ہے۔ مناظرِ قدرت کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

پہاڑوں کا یہ حسنِ تزئین وہ اونچی چوٹی وہ ناز و تمکین
صبا سے سبزہ میں لہریں آئیں، دوپٹے دھانی چنے ہوئے تھے

نہا کے نہروں نے وہ چمکتا لباس آبِ رواں کا پہنا
کہ موجیں چھڑیاں تھیں دھار لچکا حبابِ تاباں کے تھل ٹکے ہوئے تھے

تیل کی بوندیں ٹپکتی نہیں بالوں سے رضا
صبحِ عارض پہ لٹاتے ہیں ستارے گیسو

عکس افگن ہے ہلالِ لبِ شہ جیب نہیں
مہرِ عارض کی شعاعیں ہیں نہ تارِ دامن

جب صبا آتی ہے طیبہ سے ادھر، کھلکھلائے پڑتی ہیں کلیاں یکسر
پھول جامہ سے نکل کر باہر رخِ رنگیں کی ثنا کرتے ہیں

معجزات وکمالات:

حضرت رضا بریلوی سرکارِ کائنات ﷺ کے معجزات اور کمالات کا بیان اپنی شاعری میں بحسن وخوبی کرتے ہیں۔ ان کے یہاں ممدوح کی حیثیت واضح رہتی ہے۔ وہ نعت جیسے دشوار گزار راستے میں بڑی کامیابی سے چلتے ہیں۔ سرکار کائنات ﷺ کے معجزات وکمالات کا حسنِ بیان اور ندرتِ ادا ملاحظہ ہو:

برقِ انگشتِ نبی چمکی تھی اس پر ایک بار
آج تک ہے سینۂ مہ میں نشانِ سوختہ

انگلیاں ہیں فیض پر، ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندّیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

ہے لبِ عیسیٰ سے جاں بخشی نرالی ہاتھ میں
سنگ ریزے پاتے ہیں شیریں مقالی ہاتھ میں

تیری مرضی پا گیا سورج پھرا الٹے قدم
تیری انگلی اٹھ گئی مہ کا کلیجہ چر گیا

کیوں جناب بوہریرہ کیسا تھا وہ جامِ شیر
جس سے ستر صاحبوں کا دودھ سے منہ پھر گیا

روز مرہ محاورات:

حضرت رضا بریلوی کے کلام میں جابجا روز مرہ محاوروں کا استعمال نظر آتا ہے۔ ان میں تو بعض بعض محاورے ایسے ہیں کہ اگر انہیں رضا بریلوی استعمال نہ کرتے تو شاید کہ اب تک متروک ہو چکے ہوتے۔ ان کے یہاں زبان کی سلاست، محاروں کا حسین امتزاج اور بے ساختگی دیکھنے کو ملتی ہے۔

ماہِ مدینہ اپنی تجلی عطا کرے
یہ ڈھلتی چاندنی تو پہر دو پہر کی ہے

کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہئے
دینے والا ہے سچا ہمارا نبی ﷺ

آنکھ سے کاجل صاف چرالیں یاں وہ چور بلا کے ہیں
تیری گٹھری تاکی ہے اور تو نے نیند نکالی ہے

چرخ پر چڑھتے ہی چاند میں سیاہی آگئی
کرچکی ہیں بدر کو ٹکسال باہر ایڑیاں

اشک شب بھر انتظارِ عفوِ امت میں بہیں
میں فدا چاند اور یوں اختر شماری واہ واہ

کلام رضا میں صنائع وبدائع کا استعمال:

صنائع وبدائع کا استعمال ہر دور اور ہر شاعر کے یہاں ملے گا۔ قدیم وجدید شعراء کے کلام ان کے محاسن سے خالی نہیں ملیں گے۔ صنائع وبدائع کا استعمال حضرت بریلوی کے یہاں کم نہیں ہے مگر ان کا کمال یہ ہے کہ وہ ان صنعتوں کو نگاہ میں کھٹکنے نہیں دیتے۔ ان کی شاعری میں صنعتوں کی کارفرمائی بدرجہ اتم موجود ہے۔ اصل میں صنائع کے استعمال کا ڈھنگ زبان کا بہت بڑا فن ہے۔ اگر اسے برتنے میں ذرا بھی بدسلیقگی آجائے تو اچھے سے اچھا موضوعِ شعر خاک میں مل جاتا ہے۔ شعر کے موثر اور پر جوش بنانے میں صنعتوں کا بھرپور سہارا لیا جاسکتا ہے۔ بشرطیکہ یہ سہارا پس پردہ ہو۔ حضرت رضا بریلوی ان رموز سے خوب واقف تھے۔ ذیل میں صنائع معنوی کی چند مثالیں پیش ہیں:

خم ہوگئی پشت فلک اس طعنِ زمیں سے
سن ہم پہ مدینہ ہے وہ رتبہ ہے ہمارا
(صنعت حسن تعطیل)

دندان ولب وزلف ورخِ شاہ کے فدائی
ہیں در عدن لعل یمن مشک ختن پھول
(لف ونشر ومرتب)

آسماں خوان، زمیں خوان، زمانہ مہمان
صاحبِ خانہ لقب کس کا ہے تیرا تیرا
(مراعاۃ النظیر)

رخِ دن ہے یا مہرِ سما، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
شبِ زلف یا مشک ختا، یہ بھی نہیں، وہ بھی نہیں
(صنعت تضاد)

صنائع لفظی کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

قرنوں بدلی رسولوں کی ہوتی رہی
چاند بدلی کا نکلا ہمارا نبی ﷺ
(تجنیس تام)

نہ عرش ایمن نہ انی ذاھب میں میہانی ہے
نہ لطف ادن یا احمد نصیب لن ترانی ہے
(صنعت اقتباس)

دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا
تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرہ تیرا
(صنعت ترصیع)

حضرت رضا بریلوی صنائع وبدائع کا استعمال اس خوبی سے کرتے ہیں کہ زور بیان، سلاست زبان اور بندش وچستی پر حرف آنے نہیں دیتے۔ حضرت رضا بریلوی نے نعت گوئی میں اپنی شہسواری اور ہنر مندی کے وہ جوہر دکھائے ہیں کہ اہلِ علم ان کو کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔ آج حضرت رضا بریلوی تمام جدید نعت گو شعراء کے پیشرو اور امام تصور کئے جاتے ہیں۔ آج کی جدید نعتیہ شاعری میں جو تنوع اور جو شگفتگی پائی جاتی ہے وہ حضرت رضا بریلوی کی مرہونِ منت ہے۔ نعت کی تاریخ پر حضرت رضا بریلوی کے اثرات سے متعلق پروفیسر مسعود احمد نقشبندی کا یہ فکر انگیز تبصرہ ملاحظہ ہو:

''رضا بریلوی کی نعت گوئی ایک تحریک بن گئی۔ دیکھتے ہی دیکھتے نعت گو شعراء کا ایک قافلہ رواں دواں نظر آنے لگا۔ شعری مجموعوں کا نہ ختم ہونے والا ایک سلسلہ شروع ہوا جو آج تک جاری ہے۔ یہ اس نعرۂ مستانہ کا جواب ہے جو انیسویں صدی عیسوی کی تاریک فضاؤں میں رضا بریلوی نے لگایا تھا۔ ڈاکٹر اقبال اسی آواز کی بازگشت ہیں۔'' ۹

حضرت رضا بریلوی نے فنی نقطۂ نظر سے اردو نعت گوئی کو معراج کمال تک پہنچایا۔ اردو شاعری کی تاریخ ارتقاء میں ان کی یہ خدمات یقیناً ناقابلِ فراموش ہے۔

گونج گونج اٹھے ہیں نغماتِ رضا سے بوستان
کیوں نہ ہو کس پھول کی مدحت میں وامنقار ہے

یہی کہتی ہے بلبلِ باغِ جناں، کہ رضا کی طرح کوئی سحر بیاں
نہیں ہند میں واصف شاہِ ہدیٰ مجھے شوخیِ طبعِ رضا کی قسم

مآخذ ومراجع

۱۔ خیابانِ رضا۔ لاہور ص:۱۹۶
۲۔ سہو وسراغ۔ دہلی ص:۱۸۸/۱۹۰
۳۔ فقیہ اعظم بحثیت شاعر نعت۔ کراچی
۴۔ امام احمد رضا نمبر۔ ماہنامہ المیزان، ممبئی
۵۔ امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری، کانپور
۶۔ شخصیات نمبر، ماہنامہ الحسنات، رامپور
۷۔ الملفوظ امام احمد رضا، دہلی، ص:۱۴۴
۸۔ کلام رضا کا تحقیقی اور ادبی جائزہ، شمس بریلوی، دہلی۔ ص:۸۲
۹۔ آئینہ رضویات۔ (حصہ سوم) عبدالستار طاہر۔ کراچی۔ ص:۱۳۲

امام احمد رضا کی عربی نثر اور نظم کی خصوصیات [۱]

محترمہ شبنم خاتون صاحبہ*

جائے فیضِ عام ہے دربارِ شاہانہ ترا
ساری دنیا سے الگ لگتا ہے کاشانہ ترا
ساری دنیا میں وہ امریکہ ہو، لندن ہو کہ روس
اہلسنّت ہر جگہ ہے دل سے دیوانہ ترا
سوئے کاوشؔ اک نظر ہوجائے یا احمد رضا
دور ہے لیکن ہے یہ بھی دل سے دیوانہ ترا

امام احمد رضا محدث بریلوی ایک ایسا نام ہے جن کو علمائے عرب وعجم نے بے چون وچرا مجدد قرار دیا۔

بریلی کی سرزمین پر ایک ایسا نابغۂ روزگار فقیہ، ایک ایسا عاشقِ رسول ﷺ پیدا ہوا جس نے مسلمانانِ ہندوپاک میں اسلام کی ایک نئی روح پھونکی۔

آپ ایک جلیل القدر عالم، مایہ ناز محدث، ماہرِ معقولات ومنقولات، شہرۂ آفاق فقیہ اور عشقِ رسول ﷺ کے پیکرِ صادق تھے۔ آپ کے آستانۂ علم وفضل پر عرب وعجم کے اکابر علمائے کرام، مفتیانِ عظام کی جبینِ عقیدت خم ہے اور سبھی آپ کے خرمنِ علم سے فیضیاب ہونا اپنی تقدیر کا عروج سمجھتے ہیں۔

ہندوستان میں عربی زبان وادب کی ترویج واشاعت مسلمان فاتحین کی دین ہے۔ اس کے بعد ہندوستان کی سرزمین میں ایسے ایسے عربی دان پیدا ہوئے جن کے عجمی ہونے پر شبہ ہوتا ہے یہاں تک کہ ان کی عربی دانی کو دیکھ کر عرب بھی رشک کرتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ یہ کہا جانے لگا کہ ''قرآن اترا عربوں میں، پڑھا مصریوں نے، سمجھا ہندیوں نے۔''

ہندوستان کی تاریخ میں بہت سی ایسی شخصیات ہیں جنہوں نے اپنے اپنے میدان میں مہارت حاصل کر کے عربی زبان وادب کی خدمت کی۔ کسی نے حدیث کے ذریعہ عربی زبان کی خدمت کی تو کسی نے فقہ کے ذریعہ، کسی نے طب کے ذریعہ، کسی نے منطق کے ذریعہ اس زبان کو ہندوستان کی سرزمین میں جلا بخشی، کسی نے اس زبان میں شعروسخن کی شمع روشن کی لیکن اعلیٰ حضرت کا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ انہوں نے اپنے مختلف علوم وفنون کا اظہار اسی عربی زبان کو بنایا۔ ان کی بیشتر تصانیف عربی زبان میں ہیں جیسے تفسیر، حدیث، اسماء الرجال، لغت، فقہ، رسم المفتی، تجوید، مناقب، مناظرہ، عقائد وکلام، تصوف، اذکار، خطبات، ادب، نحو، نعت، تعبیر، تکسیر، علم جفر، توقیت، حساب، ریاضی وغیرہ۔

آپ ہندوستان کی سرزمین پر پیدا ضرور ہوئے لیکن آپ کی فطرت خالص عربی تھی۔ عربی زبان وادب آپ کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ جس قدر عربی زبان کی خدمت احمد رضا بریلوی نے کی ہے، ہندوستان اور جنوبی ایشیاء میں بہت کم افراد کو اس کی توفیق ہوئی ہے۔ عربی زبان میں مہارت کا ثبوت آپ کی وہ پہلی تصنیف ''ضوء النهايه فى اعلام الحمد و الهدايه'' ہے جو ۱۳ ربرس کی کمسنی میں لکھی تھی۔

امام احمد رضا ایک ایسی شخصیت کا نام ہے جس کو عربی، فارسی، اردو تینوں زبانوں پر عبور حاصل تھا اور تینوں ہی زبانوں کے بلند پایہ ادیب بھی تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے مخالف بھی آپ کے علمی سمندر کی گہرائی کا اعتراف کرتے تھے۔ مولانا غلام علی صاحب جو نائب مولانا مودودی ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ:

> ''حقیقت یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کے بارے میں اب تک ہم لوگ سخت غلط فہمی میں مبتلا رہے ہیں۔ ان کی بعض تصانیف اور فتاویٰ کے مطالعہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جو علمی گہرائی میں نے ان کے یہاں پائی وہ بہت کم علماء میں پائی جاتی ہے اور عشقِ خدا و رسول تو ان کی سطر سطر سے پھوٹا پڑتا ہے.........''

* ریسرچ اسکالر، بنارس ہندو یونیورسٹی، بنارس، انڈیا۔

۱ مقالہ نگار نے یہ مقالہ امام احمد رضا سلور جوبلی کانفرنس میں پڑھنے کے لئے خلاصہ کے طور پر تحریر کیا تھا اس لئے تمام حوالہ جات حذف کر دیئے گئے تھے۔ تفصیلی مقالہ بعد میں شائع ہوگا۔ (مدیر)

امام احمد رضا کو عربی زبان ولغت پر اس قدر مہارت حاصل تھی کہ بنا کسی دقت کے وہ اپنا رخشِ قلم صفحۂ قرطاس پر دوڑاتے چلے جاتے تھے۔ آپ کے عربی خطوط فن کی کسوٹی پر بھی پورے اترتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ عربی صرف ونحو پر عبور کا بہترین نمونہ بھی ہوتے ہیں۔ امام احمد رضا کا عربی صرف ونحو پر دسترس کا ایک نمونہ وہ دس اغلاط ہیں جس کی نشاندھی آپ نے ایک جلیل القدر عرب عالم مولوی طیب مکی کے ۳۹۰ سطور پر مشتمل خط میں کی تھیں۔

اگر اعلیٰ حضرت کو عربی نثر نگار کی حیثیت سے دیکھنا ہو، اگر عربی زبان و لغت پر آپ کی مہارت کو دیکھنا ہو تو ان کے تمام خطبات کا مطالعہ کیجئے جو انہوں نے اپنی ہر تصنیف کی ابتداء میں تحریر کئے ہیں اور درحقیقت عربی ادب کے شاہکار ہیں۔ مثال کے طور پر علم مربعات پر آپ کا خطبہ دیکھئے:

"بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ خَالِقُ الْقَوِیْ، جَاعِلِ الظُّلُمَاتِ وَالنُّوْرِ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ كَانَ نُوْرُهٗ جِذَرَ الْجُزُوْرَ، مُنَوِّرِ مُرَبَّعِ الْعَنَاصِرِ، وَ مُكَعِّبَ الْكَعْبَةَ وَالْعُيُوْنُ وَالصُّرُوْرُ، هُوَ الْوَاحِدُ الْاَحَدِیْ بِالذَّاتِ وَالصِّفَاتِ، فَكُلّ قُوَّةٍ فِیْ نَفْسِهٖ مَحْسُوْر، وَعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهِ الَّذِيْنَ جَذَرَ كُلُّ فِتْنَةٍ مَجْرُوْر"

اس مختصر سے خطبے میں امام احمد رضا نے ریاضی کی اصطلاحات کو جس خوبی کے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد اور سید عالم ﷺ کی ثناخوانی کے لئے استعمال کیا ہے وہ اہلِ زبان کے لئے قابلِ توجہ ہے۔ فتاویٰ رضویہ کا جو آپ نے خطبہ تحریر فرمایا ہے، وہ عربی ادب کا ایک شاہکار ہونے کے علاوہ بارہ سو سالہ فقہ کی تاریخ کا آئینہ دار بھی ہے۔

امام احمد رضا کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ اپنے اکثر و بیشتر تصانیف کے خطبے حمد وثنا اور درود شریف سے شروع کرتے ہیں اور اسی کے ساتھ ساتھ وہ مسائل کا بھی مدلل تفصیل سے بیان کردیتے ہیں۔ آپ جس زبان میں بھی رسالہ تحریر فرماتے اس کا خطبہ عربی زبان میں ہوتا۔ یہ بھی ان کی عربی زبان و ادب سے محبت کی دلیل ہے۔ عربی زبان سے آپ کی بے پناہ محبت کو دیکھتے ہوئے الازہر یونیورسٹی کے سابق وائس چانسلر جناب ڈاکٹر محمد سعدی فرہود صاحب فرماتے ہیں کہ:

''امام احمد رضا خاں ایک ایسے مسلم مجاہد تھے جو کہ عربی سے اس لئے محبت کرتے تھے کہ قرآن وحدیث کی زبان ہے اور امام احمد رضا خاں کا شمار ہندوستان کی ان چند اہم شخصیات میں کیا جاتا ہے جنہوں نے برطانوی استعمار کے زمانہ میں عربی زبان وادب کے احیاء میں اہم کردار ادا کیا ہے۔''

غرض کہ آپ کی عربی نثر تمام فنی خصوصیات کا سنگم ہے۔ علمِ بیان اور علمِ بدیع کے مختلف انواع آپ کے عربی نثر کے سبزہ زار میں طرح طرح کے پھولوں کی شکل میں نظر آتے ہیں لیکن تعریف یہ ہے کہ قاری آپ کے اس سبزہ زار کی خوبصورتی میں گم نہیں ہوجاتا ہے بلکہ وہ معنی ومفہوم سے بھی آشنا ہوجاتا ہے اور جو کچھ اعلیٰ حضرت اپنی اس تحریر کے ذریعہ کہنا چاہتے وہ قاری کے دل ودماغ میں اترتا چلا جاتا ہے۔ قاری آپ کی عربی نثر کو پڑھ کر نہ صرف محظوظ ہوتا ہے بلکہ وہ نئے نئے الفاظ وخیالات سے فائدہ بھی اٹھاتا ہے۔ آپ کو زبان وبیان پر کامل قدرت حاصل تھی۔ آپ کی عربی نثر، سادگی، سلاست اور شگفتگی کا پیکر ہے اور عبارت میں ایک بے ساختگی کی کیفیت پائی جاتی ہے۔ ہر وہ شخص جو عربی زبان ولغت سے آشنا ہے، احمد رضا بریلوی کی فصاحت و بلاغت کو دیکھ کر شیخ علی بن حسین مکی کے خطاب جو انہوں نے اعلیٰ حضرت کو دیا تھا، ''رب البلاغت'' کی تصدیق کرتا ہوا نظر آتا ہے۔

آپ کی عربی زبان دانی کے سبھی قائل تھے۔ سبھی نے اپنے اپنے طریقہ سے آپ کی عربی زبان وادب پر مہارت کی تعریف کی ہے۔ عبد الرزاق بن عبد الصمد قادری نے بھی آپ کی عربی زبان وبیان کی تعریف ان لفظوں میں کی ہے:

"ویز عن لفصاحتها کل ناظم و ناثر"

(یعنی سب ناظم و ناثر اس کی فصاحت و بلاغت کے آگے گردن جھکائے کھڑے ہوئے ہیں۔)

جوادب فن کی کسوٹی پر پورا اترتا ہے وہی شاہکار ادب ہوتا ہے۔ احمد رضا کی عربی نثر تمام فنی خوبیوں کا مظہر ہے جو آپ کی نثر کو شاہکار ادب بناتی ہے۔ ایک ماہر اور کامیاب ادیب وہ ہے جن کے الفاظ موقع ومحل کے اعتبار سے ہوں یا یوں کہیں کہ الفاظ کے استعمال سے ہی موقع ومحل کی نزاکت کا اندازہ ہوجائے۔ اعلیٰ حضرت کے ایک ایک لفظ سے موقع کی نزاکت، مناسبت اور کیفیت کا اندازہ ہوجاتا ہے۔ اگر خوشی کی بات ہے تو الفاظ ہی اس خوشی کا اظہار کردیتے ہیں۔ اگر کسی خوبصورت منظر کا بیان ہے تو آپ کے ایک ایک لفظ اس منظر کو آنکھوں کے سامنے کردیتا ہے۔ اس طرح دیکھا جائے تو الفاظ ومعنیٰ آپ کے سامنے دست بستہ کھڑے رہتے ہیں اور جیسا چاہتے ہیں اس کا استعمال مرضی کے مطابق کردیتے ہیں اور یہ الفاظ ان کی تحریر میں گل بوٹے کی مانند نظر آنے لگتے ہیں۔ امام احمد رضا کا یہ خطبہ دیکھئے، کس قدر اس میں سادگی، سلاست، شیرینی اور شگفتگی ہے:

''توجه الى طبعه من توجه الله تعالىٰ بتيجان الخيرات وجعله موفقا بل وقفا موفوقا علىٰ فعال المبرات فكلما عاد على السداد شدة امد واعد لسدها عدة وهو الوحيد الفريد حامى السنن ماحى الفتن مولانا قاضى عبد الوحيد الحنفى الفردوسى العظيم آبادى ايد الله و ايده بالايادى وجعل تصحيحه الى هذا العبد الضعيف فلم يسعن الا امتثال امره المنيف علفت حروفا وما علّفت الا يسيرا''

اعلیٰ حضرت کی شخصیت ہمہ جہت ہے۔ کون سا ایسا علم ہے، کون سا ایسا فن ہے جس میں آپ کا رخشِ قلم دوڑتا ہوا نظر نہ آتا ہو۔ ہر علم سے آپ کی گہری واقفیت کو دیکھ کر یہی کہا جاسکتا ہے کہ آپ کا علم ''علمِ لدنی'' تھا۔ آپ فلسفی، ادیب، شاعر، مفسر، محدث، محقق، مفتی، فقیہ، طبیب، ریاضی داں اور ماہرِ معقولات ومنقولات تھے۔

آپ ایک بلند پایہ فقیہ تھے جس کا اندازہ ''فتاویٰ رضویہ'' کی ۲۷ ضخیم جلدوں کو دیکھ کر لگایا جاسکتا ہے جو حال میں رضا فاؤنڈیشن لاہور نے شائع کیا ہے۔ ''فتاویٰ رضویہ'' اعلیٰ حضرت کا وہ عظیم شاہ کار ہے جس نے علمی و تحقیقی دنیا میں ایک انقلاب پیدا کردیا۔ ''فتاویٰ رضویہ'' کا ہر مسئلہ یہ گواہی دیتا ہے کہ آپ حقیقت میں نائب امام اعظم ہیں۔ آپ کے اس شاہکار کو دیکھ کر عالمِ اسلام کے اسکالرز واکابر مفتیان کرام انگشتِ بدنداں رہ گئے۔ عربی و فارسی اور اردو میں پوچھے گئے ہر مسئلہ کا جواب اس انداز سے دیا ہے جس میں فقیہانہ اسلوب کے ساتھ فصاحت و بلاغت، براعت وتسلسل وغیرہ کا پوری طرح اہتمام رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کے ''فتاویٰ رضویہ'' کو دیکھ کر شاعرِ مشرق علامہ اقبال نے یوں خراجِ عقیدت وتحسین پیش کیا ہے:

''ہندوستان کے دورِ آخر میں ان جیسا طباع وذہین فقیہ پیدا نہیں ہوا۔''

اور آگے یوں فرماتے ہیں:

''میں نے ان کے فتاویٰ کے مطالعہ سے یہ رائے قائم کی ہے کہ ان کے فتاویٰ، ان کی ذہانت، فطانت، جودتِ طبع، کمال فقہیت اور علوم دینیہ میں تبحرِ علمی کے شاہد عدل ہیں۔''

آپ کی فقہی تحقیقات وتنقیحات سے متاثر ہوکر علامہ حافظ الحدیث مفتی حرم شیخ سید اسماعیل بن خلیل نے کہا کہ:

"لور آه ابو حنيفة النعمان لجعله من جملة اصحابه"

(اگر امام اعظم ابوحنیفہ النعمان آپ کو پاتے تو بلاشبہ اپنے اصحاب میں شامل فرمالیتے)

آپ کا قلم سیلِ رواں کی مانند تھا۔ آپ کی سرعتِ تحریر کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ ایک دو دن میں ایک رسالہ تحریر فرمادیتے تھے اور اس بات کا اعتراف ''نزہۃ الخواطر'' میں عبدالحی صاحب نے بھی کیا ہے۔

امام احمد رضا کا علم بہت عمیق تھا۔ آپ کا طرزِ تحریر بہت شستہ، سلیس اور قابلِ فہم تھا۔ یہی وجہ ہے کہ پوری دنیا سے آپ کے پاس استفتاء آتے تھے اور اس تعداد میں آتے تھے کہ ایک ایک وقت میں پانچ پانچ سو جمع ہوجاتے تھے اور

سب کے جواب مفصل و مدلل دیتے تھے اور جواب دینے میں اس قابل فہم اور شگفتہ طرز تحریر کا استعمال کرتے جو صاحب استفتاء کے لئے تسلی بخش ہوتا اور پھر اس کو کسی اور فتوے کی طلب نہ ہوتی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بلند پایہ بصیرت اور علم لدنی کے بحر بیکراں سے نوازا تھا۔ آپ کی حیثیت مصلح قوم اور داعی الی الحق کی تھی۔ آپ نے ہندوستان کی سرزمین پر کفر و شرک کے خلاف توحید کا پرچم لہرانے کے لئے قلمی جہاد شروع کیا اور یہی قلمی جہاد ایک ہزار سے زیادہ کتب کی تصنیف کا سبب بنا اور اس قلم سے شعر و سخن کی بھی خوب شجر کاری ہوئی لیکن یہ شعر و سخن محض لفاظی نہیں تھی بلکہ توحید اور عشق رسول کے رنگ میں رنگی ہوئی تھی۔ لہٰذا نثر اور نظم دونوں میں کلمات توحید کا پرچم بلند کرنے کے غرض سے اعلیٰ حضرت کے قلم سے صادر ہوئے۔

الازھر یونیورسٹی میں شعبۂ عربی کے صدر اور ماہنامہ ''الحضارۃ'' کے چیف ایڈیٹر جناب پروفیسر ڈاکٹر عبدالمنعم خفاجی صاحب احمد رضا کی تبحر علمی کا اعتراف یوں کرتے ہیں:

''امام احمد رضا کی ذات بحر علم تھی اور ان کا مطالعہ بہت وسیع تھا، میدان تصنیف و تالیف میں ان کی مثال شاذ و نادر ہے۔''

ہر ادیب کسی نہ کسی مکتبۂ فکر سے تعلق رکھتا ہے لیکن اعلیٰ حضرت یہاں بھی مستثنیٰ ہیں۔ انہوں نے کسی کے اسلوب کی پیروی نہیں کی بلکہ وہ خود اپنے اسلوب کے بانی ہیں۔ اس طرح انہوں نے مدرسۂ جاحظ اور مدرسۂ بدیع الزمان کی طرح مدرسۂ احمد رضا کی بنیاد رکھی۔ اعلیٰ حضرت کے عربی ادب کا بغور مطالعہ کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ان کا طرز تحریر تخلیقی ہے، تقلیدی نہیں۔ اس طرح انہوں نے عربی ادب کی تاریخ میں ایک نئے اسلوب کا اضافہ کیا۔

یہ اعلیٰ حضرت کی عظمت کا ہی ثبوت ہے کہ اہل زبان فصحاء عرب جو اپنے علاوہ سبھی کو گونگا سمجھتے ہیں، آپ کو ''امام المحد تین'' کا تاج پہناتے ہیں۔ آپ کی عظمت و بلندی کو دیکھ کر دل یہی کہہ اٹھتا ہے۔

سورج ہوں زندگی کی رمق چھوڑ جاؤں گا
گر ڈوب بھی گیا تو شفق چھوڑ جاؤں گا

اگر امام احمد رضا کی زندگی کا غائر مطالعہ کرنا ہے، اگر ان کی زندگی کے ایک ایک نکتہ کو سمجھنا ہے، اگر ان کے کردار کو دیکھنا ہے، اگر ان کے علم کی گہرائی اور گیرائی کو دیکھنا ہے تو آپ صرف چار مصرعوں میں رباعی کی شکل میں دیکھ سکتے ہیں جو امام احمد رضا نے خود تحریر فرمائی:

''نہ مرا نوش ز تحسیں نہ مرا نیش ز طعن
نہ مرا گوش بمدحے نہ مرا ہوش ذمے
منم و کنج خمولے کہ نہ گنجد دروے
جز من و چند کتابے و دوات و قلمے''

لہٰذا دنیائے اسلام ہی نہیں بلکہ ۱۱۶ ر علوم و فنون پر لکھی ہوئی ۱۰۰۰ ر سے زائد کتابیں مجدد اسلام امام احمد رضا کی عظمت کا ثبوت دے رہی ہیں۔

امام احمد رضا صرف نثر نگاری کے میدان ہی کے شہ سوار نہیں تھے بلکہ شعر و سخن کی بھی لگام آپ کے ہاتھ میں تھی۔ آپ کی حیثیت ایک قادر الکلام شاعر کی ہے۔ عاشق صادق کی شعری صلاحیتوں اور تمام اصناف سخن پر طبع آزمائی اور بلند پایہ اشعار کو دیکھ کر ہی آپ کو حسان الہند کہنا پڑا۔ آپ کی مختلف تصانیف جیسے فتاویٰ، ملفوظات، سندات اور مکتوبات وغیرہ میں عربی اشعار کثرت سے بھرے پڑے ہیں۔

آپ کی عربی شاعری میں وہی دلنشینی، شگفتگی اور برجستگی ہے جو اردو اور فارسی شاعری میں ہے۔ تینوں زبانوں میں یکساں مہارت کو دیکھ کر کسی اجنبی کو یہ اندازہ لگانا مشکل ہو جاتا کہ آخر ان کی اپنی مادری زبان کیا تھی۔ آپ نے بہت ہی خوبصورتی سے اپنے عربی اشعار میں تشبیہات، استعارات، تلمیحات اور محاورات کا استعمال برمحل کر کے عربی زبان پر اپنی مہارت کا لوہا منوایا ہے۔ الازھر یونیورسٹی میں شعبۂ اسلامیات کے استاد پروفیسر ڈاکٹر رزق مرسی ابوالعباس نے آپ کی عربی شاعری پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ:

''امام احمد رضا عربی نہیں تھے، لیکن جب آپ ان کی عربی شاعری

پڑھیں گے تو آپ کو خوشگوار حیرت ہوگی کہ ان کے عجمی ہونے کے باوجود ان کی شاعری میں عجمیت کا شائبہ نہیں پایا جاتا، اگر قاری کو یہ معلوم نہ ہو کہ وہ عجمی تھے تو انہیں عربی شاعر گمان کرے گا۔ جب ہم ان کے عربی دیوان کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معیاری عربی پڑھنے کو ملتی ہے۔ ان کے دل و دماغ نے ان کی شاعری میں مشترکہ کردار ادا کیا ہے۔''

چوں کہ امام احمد رضا ایک متقی، پرہیزگار اور عالمِ دین تھے۔ اس لئے ان کی شاعری میں بے راہ روی اور لفاظی نہیں ہے اور نہ ہی وہ وادی تخیلات کے سیاح تھے۔ اس لئے ان کی شاعری خالص اسلامی رنگ میں رچی بسی ہوئی ایک پیغامی اور دعوتی شاعری ہے۔ فصاحت و بلاغت، صنائع و بدائع وغیرہ شاعری کا وہ اہم جز ہوتا ہے جس کے بغیر شاعری بنا بجی یرقان کے مرض میں مبتلاء دلہن کے مانند معلوم ہوتی ہے لیکن امام احمد رضا کی شاعری ان سب خوبیوں کا مرقع ہے۔

امام احمد رضا کی عربی شاعری عشق رسول ﷺ کے سمندر کا گوہر نایاب ہے۔ آپ کی شاعری کا ایک ایک لفظ عشقِ رسول ﷺ میں مچلتا ہوا نظر آتا ہے۔ آپ نے عشقِ سرورِ کائنات ﷺ میں سرشار ہوکر عشق کی جن اونچائیوں کو چھوا ہے اس تک پہنچنا بہت ہی مشکل کام ہے۔ جب عشقِ رسول ﷺ کے میخانہ میں پہنچتے ہیں تو عشق کا جام نوش فرما کر یہ کہہ اٹھتے ہیں:

''رسول الله انت من الرجاء　　وفضلک و سع وجداک جود
حبیب الله من تقربه حفظا　　فکل کریهة عند بعید''

''وکل خیر من عطاء المصطفیٰ　　صلی علیه الله مع من یصطفیٰ
الله یعطی والحبیب القاسم　　صلی علیه القادة الاکارم''

آپ کی نعتیہ شاعری عشقِ نبی کے باغ کا لہلہاتا پودا ہے۔ آپ ہی کا فیض ہے کہ برصغیر میں عشقِ رسول ﷺ کا پرچم لہرا رہا ہے۔

نعت ایک ایسی پُر خار وادی ہے جس میں چلنا بہت مشکل کام ہے۔ ذرا بھی ادب و احتیاط کا دامن ہاتھ سے چھوٹا نہیں کہ نامرادی اور گستاخی کا کانٹا زخمی کردیتا ہے۔ عرفؔی شیرازی کو بھی اس فن کی نزاکت کا احساس تھا اور وہ کہتے ہیں کہ:

''عرفیؔ متاب ایں رہِ نعت است نہ صحرا
آہستہ کہ راہ بردمِ تیغ است قدم را''

یعنی اے عرفیؔ! تو جلدی جلدی قدم نہ بڑھا یہ نعت کا میدان ہے کوئی صحرا نہیں ہے تو آہستہ آہستہ چل کیونکہ تو تلوار کی دھار پر قدم رکھ رہا ہے۔ امام احمد رضا کو بھی نعت کی نزاکت کا احساس تھا اور نعت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

''نعت کہنا تلوار کی دھار پر چلنا ہے، بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے۔''

اس لئے اعلیٰ حضرت یہ خود فرماتے ہیں کہ میں نے نعت گوئی قرآن سے سیکھی ہے۔ تعریف ہے اس عاشقِ رسول ﷺ کی جو اس راہِ پُر خار سے با آسانی گزر کر نعت گوئی کے شہنشاہ کے عہدے پر فائز ہوا۔

آپ عشقِ رسول ﷺ کے سمندر کے ایسے غواص اور عشقِ رسول ﷺ میں مچلتے ہوئے عاشقِ صادق تھے جن کا ظاہر اور باطن منہ سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ اور ایک ایک عمل سنت کے حسین رنگوں سے معمور تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے اشعار سنتِ نبوی علی صاحبہا التحیۃ والثناء کے رنگ سے رنگے قرآن وحدیث کی ترجمانی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ زندگی کی حقیقت کو پہچاننے والے شخص کی زندگی ہی قرآن وحدیث کی ترجمانی کرتی ہے۔ ایسی ہی شخصیت امام احمد رضا کی ہے جن کی زندگی ہی قرآن وحدیث کی ترجمان ہے۔

اعلیٰ حضرت کی اگر شعری صلاحیتوں کو دیکھنا ہے، اگر عربی، فارسی، اردو، ہندو چار زبانوں پر دسترس کو دیکھنا ہو تو آپ کے کہے ہوئے فی البدیہہ اشعار کو دیکھئے جس کو پڑھ کر روح میں تازگی آجاتی ہے:

لم یات نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سرسو ہے تجھ کو شہِ دوسرا جانا

اس نعت مقدس کے تمام اشعار کو پڑھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس کے ایک

ایک لفظ تسبیح کے دانے میں پروئے ہوئے ہیں اور ہر لفظ تاجدارِ مدینہ سے بے پناہ محبت کا ثبوت ہے۔

آپ نے نعت میں ہی نہیں بلکہ ہر صنفِ سخن میں سکے بٹھائے ہیں۔ باری تعالیٰ کی حمد شاندار عربی زبان میں کہہ کر لوگوں کو حیرت میں ڈال دیا:

''الحمد لله للمتوحد بجلاله المتفرد
وصلوته دوما على خير الانام محمد
والآل والاصحابهم ماوای عند شدائد
فالى العظيم توسلى بكتابه و باحمد''

ان اشعار کو دیکھ کر علمائے مصر بے ساختہ کہہ اٹھے کہ:

''یہ اشعار کسی فصیح اللسان عربی شاعر کے معلوم ہوتے ہیں۔''

اعلیٰ حضرت نے حمد و نعت کے طرح قصیدہ اور مرثیہ میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔ ان کے قصائد میں ''امام الابرار والام الاشرار'' ایک اہم شاہکار کی حیثیت رکھتا ہے۔ قاری ان کے اس قصیدہ کو پڑھ کر ان کی سوچ، ان کی بلندیٔ فکر و نظر اور اس فن پر قدرت کا اندازہ لگا سکتا ہے۔ آپ اس قصیدہ میں فرماتے ہیں:

''هى الدنيا تبيد ولا تفيد فاف لمن يريد و من يرود
نفوس الجهل شائقه اليها فملتمس وآخر مستزيد
والم ار مثل طالبها غبيا ولا كبشا لمزبحه اقود''

اعلیٰ حضرت نے مرثیہ میں بھی اپنی جودتِ طبع دکھائی ہے۔ انہوں نے ایک ماہر مرثیہ نگار کی طرح متوفی کے اوصاف بیان کئے ہیں۔ ان کی مرثیہ نگاری میں مہارت کو دیکھ کر یہ محسوس ہوتا ہے کہ انہوں نے اس فن کے علاوہ کسی فن میں طبع آزمائی نہ کی ہوگی۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس فن پر بھی آپ کو کامل قدرت حاصل تھی۔ نمونۂ کلام ملاحظہ ہو:

''بلى ليل ذى همّ طويلٍ وسيّما
همومٍ على أعلى مهائم جلّتِ
الا كل رزء فى دناك منتهٍ
وكل محاقٍ مسفر عن اهلّةٍ
شمال عُبيد اللّه جلّت جليلةً
شمليلُ أسماء بل با التّلو صلّتِ''

حضرت کی عربی زبان پر دسترس کا باب یہیں پر بند نہیں ہوتا بلکہ انہوں نے بہت سی کتابوں پر منظوم تقریظیں لکھ کر عربی زبان و ادب پر اپنی مہارت کا ثبوت دیا ہے۔ انہوں نے میاں صاحب قادری کی شہرہ آفاق تصنیف ''سراج العوارف فى الوصايا والمعارف'' پر گیارہ اشعار پر مشتمل تقریظ لکھی۔ چند نمونے ملاحظہ کیجئے:

''ابا سيدى يا ابن عزّ غطارِف
ويا احمد النّورِ نورَ الأعارِف
كلامك نور بهاءِ السّلاسِل
وشهد مُصفّى عن الزّيغ صارِف
وتحقيقُ ترويحِ كشفِ القلوبِ
دليلُ اليقينِ سراجُ العوارِف
ارانا سراجك باللّيلِ شمسًا
وشمس بليلٍ عجيبٌ وطارِف''

آپ کے ان اشعار کو پڑھ کر محاسنِ کلام کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ان اشعار میں کس قدر شگفتگی، سلاست اور روانی ہے اور صنعتوں کے استعمال سے اس میں اور دلکشی پیدا ہوگئی ہے۔ ان اشعار میں انہوں نے کئی صنعتوں کا استعمال کیا ہے جیسے صنعت تکرار، صنعت تضاد، مرعات النظیر وغیرہ۔

اس طرح اعلیٰ حضرت کے تمام علمی و ادبی کارناموں کو دیکھ کر ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ آپ صرف چودھویں صدی کے مجدد ہی نہ تھے بلکہ چودھویں کے چاند کی مانند پورے کرۂ ارض کو آپ نے علم نورانی کی روشنی سے نہلا دیا۔ آپ کی عظمت کو دیکھ کر دل عقیدتوں کے سمندر میں ہچکولے لینے لگتا ہے اور ادب و احترام میں ہماری گردنیں خم ہو جاتی ہیں اور دل سے بے ساختہ نکل پڑتا ہے:

''ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضا مسلّم
جس سمت آگئے ہو سکّے بٹھا دیئے ہیں''

تعارف وتبصرہ کتب

نام کتاب: دعوتِ حق
تحریر وتحقیق: مفتی ابوالفضل محمد نعمان شیراز قادری رضوی
طبع اول: ربیع الاول ۱۴۲۶ھ/اپریل ۲۰۰۵ء
صفحات: ۶۲
ناشر: دارالافتاء مصلح الدین
ہدیہ: دعائے خیر

تبصرہ نگار: حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری صاحب

زیرِ نظر کتاب ''دعوتِ حق'' کو مفتی ابوالفضل محمد نعمان شیراز قادری رضوی نے دارالعلوم نعیمیہ کے شیخ الحدیث مولانا غلام رسول سعیدی کی تازہ تحریر بنام ''حدیثِ رسول ﷺ اور اعلیٰ حضرت کی جلالتِ علمی کا تحفظ'' کے رد میں تحریر کیا ہے۔ مولانا موصوف نے کتابِ مذکور کا علمی وتحقیقی انداز میں رد کیا ہے اور مسئلے کی حقیقت ونوعیت کو واضح وروشن کردیا ہے اور مولانا سعیدی کا علمی محاسبہ کرکے احقاقِ حق وباطل کا فریضہ انجام دیا ہے۔ امام المفسرین استاذ امام اعظم حضرت سیدنا امام عطا خراسانی تابعی رضی اللہ عنہ اور اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد اعظم مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کا آیت فتح نمبر ۲ کے بارے میں جو موقف ہے اس کا ایک ہونا ناقابلِ تردید دلائل سے ثابت کیا ہے۔ نیز دیگر مفسرین کی عبارات جو اس ضمن میں تھیں، انہیں بھی بطورِ استشہاد پیش کیا ہے۔ اس طرح مولانا موصوف نے درحقیقت اعلیٰ حضرت امام اہلسنت محدث بریلوی قدس سرہ العزیز کی جلالتِ علمی کا تحفظ کیا ہے اور جو لوگ اعلیٰ حضرت کی جلالتِ علمی کے تحفظ کا ڈھونگ رچا رہے ہیں اور دوسروں پر مخالفینِ اعلیٰ حضرت ہونے کا جھوٹا الزام لگا رہے ہیں وہ لوگ خود اعلیٰ حضرت کی تحقیقات کا کئی سالوں سے رد کررہے ہیں۔ بلکہ اکابرِ اہلسنت والجماعت خصوصاً امام عطا خراسانی تابعی وشیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی واعلیٰ حضرت فاضل بریلوی وصدر الشریعہ بدر الطریقہ مولانا امجد علی اعظمی رضی اللہ عنہم کی توہین وتجہیل کررہے ہیں۔

نام کتاب: مصباح الظلام (عربی)
اردو ترجمہ: پکارو یارسول اللہ ﷺ
مصنف: امام علامہ محمد بن موسیٰ مزالی مراکشی
مترجم: علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری برکاتی
ملنے کا پتا: مکتبۂ رضویہ، لاہور۔
(رعایتی قیمت اور ڈاک خرچ: ۱۵ اروپے)

تبصرہ نگار: علامہ محمد اسلم شہزاد صاحب

آج سے تقریباً سات سو پچاس سال پہلے عربی زبان میں لکھی جانے والی یہ کتاب حال ہی میں فاضلِ جلیل حسین محمد علی شکری کی کوشش سے دار المدینة المنورة سے منظرِ عام پر آئی ہے۔ فاضل محقق نے تین قلمی نسخے سامنے رکھ کر یہ نسخہ تیار کیا اور اس پر بڑی محنت سے حواشی لکھے۔ ایک ایک حدیث اور واقعہ کے متعدد حوالے پیش کرکے کتاب کی ثقاہت کو مزید مستحکم کردیا ہے، جس طرح یہ کتاب عربی میں پہلی مرتبہ چھپی ہے اسی طرح اس کا ترجمہ بھی پہلی مرتبہ چھپا ہے۔

حضرت مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ مراکش کے رہنے والے تھے، عظیم محدث اور الترغیب والترہیب کے مصنف امام محدث عبدالعظیم منذری کے شاگرد تھے۔ ان کی نظر سے متعدد ایسی کتابیں گزریں جن میں مشکلات میں گھرے ہوئے لوگوں کے واقعات تھے جنہوں نے بے بسی میں ڈوب کر مالک کائنات جل شانہ کی بارگاہ میں دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مشکل آسان فرمادی۔

حضرت مصنف کے دل میں ایک اچھوتا خیال آیا کہ کیوں نہ ایسے واقعات جمع کروں جن میں مبتلائے مصائب لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کی بارگاہ میں فریاد کی تو اللہ تعالیٰ کی رحمت نے ان کی دستگیری فرمائی ہو، استخارہ کرنے کے بعد انہوں نے یہ عظیم الشان کتاب لکھی جس میں قرآن وحدیث اور اپنے مشاہداتی واقعات کی حوالے سے ایسے واقعات بیان کئے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کے بندوں نے حضور سید الانبیاء ﷺ کی بارگاہ میں امداد کی درخواست کی اور اللہ تعالیٰ کی رحمت نے بڑھ کر انہیں آغوش میں لے لیا، پھر انہوں نے کئی واقعات محدثانہ شان کے ساتھ باقاعدہ سندوں کے ذریعے بیان کئے ہیں، نظرِ انصاف کے ساتھ کتاب کو پڑھ کر کوئی شخص اس کے موضوع سے اختلاف نہیں کرسکتا اور حقیقت یہ ہے کہ امداد ہر حال میں اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے، چاہے اس کے حبیب محتشم ﷺ کے وسیلے سے دعا مانگی جائے یا بغیر وسیلے کے۔

پُر لطف بات یہ ہے ترجمہ کرنے کی سعادت عظیم عبقری اور نابغۂ روزگار شخصیت کے حصے میں آئی جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے صدقے میں ایسی بیسیوں نعمتوں سے نوازا ہے جو صرف روایتی ترجمہ نہیں بلکہ مصنف کے حال کی ترجمانی کرتے ہیں، میری مراد شیخ الحدیث علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری دامت برکاتہم العالیہ کی ذات ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو صحت کے ساتھ عمر دراز عطا فرمائے۔ آمین۔

صدر ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل
صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری کا طوفانی دورۂ ہند

رپورٹ: مولانا محمد شفیق اجمل صاحب*

رشتہ در گردنم افگندۂ دوست
می برد ہر جا کہ خاطر خواہِ اوست

بعض دانا بزرگوں نے سفر کے چار مقاصد بیان فرمائے ہیں، یعنی جب آدمی سفر کرتا ہے تو ان چاروں میں سے کسی ایک مقصد کا حصول اس کا مطمحِ نظر ہوتا ہے۔

اول: اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم کی تعمیل ''سیروا فی الارض''
(زمین کی سیر کرو اور اللہ تعالیٰ کی نشانیاں دیکھو اور غور کرو)

دوم: ولی اللہ، عالمِ حق کی زیارت،

سوم: یکسوئی وتنہائی کا حصول،

چہارم: بندگانِ خدا کی علمی و دینی خدمت۔

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل (پاکستان) کے صدر حضرت مولانا سید وجاہت رسول قادری ابن مولانا سید وزارت رسول قادری ابن علامہ سید ہدایت رسول قادری برکاتی (علیہما الرحمہ) مدظلہ العالی نوری رضوی کی جب گذشتہ ۲۵ رسالہ خدمات اور حیات کا جائزہ لیتے ہیں تو ان کے ملکی اور غیر ملکی اسفار میں نکتۂ سوم کے علاوہ بقیہ تینوں (اول، دوم اور چہارم) مقاصد کارفرما نظر آتے ہیں۔ چونکہ جن عظیم مقاصد کے لئے وہ اس پیرانہ سالی میں کئی کئی ہزار میل کا سفر بذریعۂ جہاز، ریل، کار اور بس سے کرتے ہیں، ظاہر ہے اس میں یکسوئی وتنہائی کے حصول کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کیونکہ وہ جہاں جاتے ہیں، علمِ نافع اور عشقِ صادق کی، ایسی خوشبوئیں ساتھ لاتے ہیں کہ ہجومِ عاشقاں میں گھر جاتے ہیں۔ وہ جب گھر سے نکلتے ہیں تو ایک مشن ''فکرِ رضا'' کے ابلاغ پر نکلتے اور ایک مجاہدانہ سرشاری کے ساتھ نکلتے ہیں تو ایسے میں یکسوئی اور تنہائی کے حصول کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی زیارت، اولیائے کرام وعلمائے ربانیین سے شرفِ ملاقات، علمی، دینی، تحقیقی وتصنیفی سرگرمیوں کا فروغ ضرور ان کا مطمحِ نظر ہوتا ہے۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

برصغیر کی عظیم بین الاقوامی شخصیت حضرت مولانا سید وجاہت رسول قادری صاحب قبلہ مدظلہ العالی کی وہ عظیم ذات ہے جس نے ''ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا'' کے بینر سے دنیا بھر کے اہلِ قلم حضرت کو مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ کی شخصیت اور ان کے کارنامے پر تحقیق وتصنیف کی دعوت دی تو آپ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے محققین نے جدید انداز میں آپ کے علمی وتجدیدی کارناموں کو دنیا کے سامنے پیش کیا۔ ان تحقیقات سے ایسے ایسے حقائق سامنے آرہے ہیں کہ دنیا حیران وششدر ہے۔

حضرت صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری صاحب قبلہ مدظلہ العالی نے اپنے ۱۰ روزہ طوفانی دورۂ ہند میں ممبئی، رائے پور، سنبھل پور، کلکتہ کے ساتھ شہر بنارس کا بھی دو (۲) روزہ دورہ کیا جس میں جماعت اہلسنّت کی تحریکی وتنظیمی سرگرمیوں کا جائزہ لیا گیا۔ آپ کا یہ دورہ جماعت اہلسنّت کے لئے بہت ہی مفید اور کامیاب رہا۔

آپ ۲۱ اپریل ۲۰۰۵ء کو پلٹن میدان جامع مسجد میلاد کمیٹی سمبلپور (اڑیسہ) کی دعوت پر میلاد کانفرنس میں شرکت کی غرض سے کراچی سے بذریعہ پی۔ آئی۔ اے ممبئی ہندوستان کے آٹھویں سفر پر پہنچے۔ پاکستان کے معروف خطیب، اور خطیبِ پاکستان حضرت علامہ مولانا محمد شفیع اوکاڑی علیہ الرحمۃ کے نامور فرزند، حضرت علامہ مولانا کوکب نورانی مدظلہ العالی بھی اسی میلاد کانفرنس میں شرکت کے لئے آپ کے ساتھ ہی تشریف لائے۔ ممبئی ایئرپورٹ پر تحریکِ فکرِ رضا کے چیئرمین اور ہندوستان کے سنّی سہ ماہی جریدہ ''افکارِ رضا'' کے مدیرِ اعلیٰ محترم زبیر قادری زید مجدہٗ نے اپنے کارکنان کے

* ریسرچ اسکالر، بنارس ہندو یونیورسٹی، بنارس، انڈیا

ساتھ دونوں بزرگوں کا استقبال کیا۔ دونوں حضرات نے ممبئی میں ایک روزہ قیام کے دوران ''تحریک فکرِ رضا'' کے دفتر کا دورہ کیا۔ اس کے عہدیداران اور چند اہم مقامی زعماء سے ملاقاتیں کیں۔ رضویات کے حوالے سے نشر و اشاعت کا کام کرنے والے ہندوستان (ممبئی) کے معروف ادارہ رضا اکیڈمی کے چیئرمین جناب مولانا سعید نوری زیدمجدہٗ کو بھی دونوں پاکستانی زعماء کی آمد کی اطلاع دی گئی لیکن باوجود وعدہ کرنے کے وہ کسی اہم مشغولیت کی وجہ سے ملاقات کو نہ آسکے۔ محترم زبیر قادری کی معرفت جن علماء واحباب سے ملاقات ہوئی، ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

۱﴾ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد ابراہیم مقبولی مدظلۂ العالی۔ قبلہ سید وجاہت رسول قادری صاحب نے آپ کو امام احمد رضا سلور جوبلی کانفرنس ۲۰۰۵ کی مطبوعات (اردو، عربی، انگریزی کتب) کا ایک سیٹ پیش کیا۔ مفتی مقبولی صاحب اعلیٰ حضرت کے شیدائی اور مسلکِ اعلیٰ حضرت کے زبردست مبلغ ہیں۔

۲﴾ مولانا عبدالقادر ثقافی شافعی زیدمجدہٗ۔ آپ حضرت علامہ فضیلۃ الشیخ مولانا شیخ ابوبکر حفظہٗ اللہ تعالیٰ رئیس الثقافۃ السنّیہ، کیرلا کے شاگرد ہیں۔ حضرت مولانا وجاہت صاحب نے ان کو ادارہ کی مطبوعہ دلائل الخیرات شریف پیش کی۔ جب حضرت نے مولانا عبدالقادر کو بتایا کہ انہوں نے حضرت قبلہ شیخ ابوبکر مدظلہٗ سے دوبار شرفِ ملاقات حاصل کیا ہے، تو وہ بہت خوش ہوئے۔ حضرت شیخ کے ایک اور سینئر شاگرد مولانا شاہ الحمید ملباری صاحب اور مولانا حسینا رندوی (سابق پرنسپل دارالعلوم نظام الدین اولیاء، جامعہ نگر، نئی دہلی) کا بھی ذکر آیا جن کی حضرت مولانا وجاہت رسول قادری صاحب سے ۱۹۹۹ء اور ۲۰۰۱ء میں دہلی میں ملاقات ہوچکی تھی، بلکہ مولانا شاہ الحمید صاحب تو کراچی بھی تشریف لاچکے تھے، آج کل وہ جنوبی افریقہ کے کسی شہر میں درس وتدریس وتبلیغ کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ شمالی ہندوستان کے علمائے اہلسنّت کو حضرت علامہ مولانا شیخ ابوبکر سے تعارف کروانے میں مولانا شاہ الحمید صاحب کا بڑا کردار رہا ہے۔

دیگر حضرات جن سے ملاقات ہوئی وہ یہ ہیں:

۱) محترم محمد اسحاق صاحب ﴿رکن مجلس عاملہ تحریک فکر رضا﴾
۲) محترم ساجد شیخ صاحب ﴿رکن مجلس عاملہ تحریک فکر رضا﴾
۳) محترم امجد صاحب ﴿رکن مجلس عاملہ تحریک فکر رضا﴾

حضرت قبلہ سید وجاہت رسول قادری مدظلۂ العالی نے فرمایا کہ جناب زبیر قادری صاحب دیکھنے میں دھان پان ہیں لیکن مسلک ومشنِ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت اور فکرِ رضا کی نشر و اشاعت اور ابلاغ کے معاملے میں عزم و استقلال کا کوہِ گراں ہیں۔ انہیں دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا کہ صحافت کی دنیا میں ''رضویات'' کا انقلابی انداز میں تعارف کرانے والا یہی دبلا پتلا، لاغر جسم والا نوعمر اور نوخیز جوان ہے۔ ممبئی کے ریڈی میڈ گارمنٹس کے ایک بڑے اسٹور میں صبح سے لے کر شام دیر تک سیلز مین کی حیثیت سے کام کرنا، پھر ''تحریک فکرِ رضا'' کے دفتری معاملات کی دیکھ بھال کرنا، پھر سہ ماہی جریدہ ''افکارِ رضا'' کی ارادت اور اس کا پابندی سے اجراء، برصغیر پاک و ہند کے معروف سنّی علماء، اسکالرز، اہلِ قلم حضرات سے مراسلت، وقتاً فوقتاً رضویات کے حوالے سے کتب کی اشاعت، وسائل کی کمیابی، وقت کی تنگی، ہنرمند افراد کا قحط، ان سب کے باوجود تحریک کے کام کو آگے بڑھاتے رہنا، اس نحیف و نزار جسم والے نوجوان کی تنظیمی اور تخلیقی صلاحیتوں کا کمال ہے۔ اللہ تعالیٰ نظرِ بد سے بچائے۔ اللّٰھم زد فزد۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

۲۱/اپریل صبح ۸/بجے سینٹرل ممبئی میں اپنی قیام گاہ ''سوئیٹ ہوم'' (موٹل) سے سید صاحب قبلہ اور علامہ کوکب نورانی صاحب، جناب زبیر قادری صاحب اور ان کے احباب کے ہمراہ ممبئی ڈومیسٹک ایئرپورٹ روانہ ہوئے۔ ایئر انڈیا کی فلائٹ ۱۰/بجکر ۵۵/منٹ پر رائے پور (چھتیس گڑھ) کے لئے روانہ ہوئی، تقریباً ایک گھنٹہ بیس منٹ میں رائے پور اتر گئے۔ ایئرپورٹ پر کثیر تعداد میں علمائے کرام اور احباب سنت سمبلپور و رائے پور استقبال کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے، چند کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

۱) حضرت مولانا محمد علی فاروقی مدظلہٗ (نبیرۂ خلیفۂ اعلیٰ حضرت حضرت علامہ مولانا حامد علی فاروقی علیہاالرحمۃ) مہتمم مدرسۃ الاصلاح المسلمین قائم شدہ ۱۹۲۴ء، رائے پور، چھتیس گڑھ، انڈیا۔

۲) مولانا شوکت علی حبیبی صاحب، تلمیذ مجاہد ملت حضرت مولانا حبیب الرحمٰن

علیہ الرحمۃ و مہتمم تاج المدارس سمبلپور، اڑیسہ۔
۳) مولانا نعمان رضا صاحب۔ مدرس تاج المدارس، سمبلپور، اڑیسہ
۴) فیروز خاں صاحب، صدر قبرستان کمیٹی و رکن پلٹن پاڑہ مجلس میلا د النبی (ﷺ)۔ سمبلپور۔

یہاں سے دونوں بزرگ کاروں اور اسکوٹروں کے جلوس میں مدرسہ اصلاح المسلمین و یتیم خانہ رائے پور صدر پہنچے۔ پُر جوش نعروں سے دونوں مہمانوں کا استقبال کیا گیا اور گل پوشی کی گئی۔

یہاں ایک مقامی ہوٹل میں ان حضرات کو ظہرانہ دیا گیا۔ یہاں سے تقریباً ۳ ربجے سہ پہر پیجارو ٹائپ کی ایک عالیشان ایئر کنڈیشن جیپ میں سید صاحب قبلہ اور علامہ کوکب نورانی صاحب سمبلپور سے تشریف لائے ہوئے علماء کے ساتھ سمبلپور کے لئے روانہ ہوئے۔ محترم فیروز خاں صاحب خود گاڑی ڈرائیو کر رہے تھے۔ راستہ اڑیسہ کی سرحد تک نہایت خراب تھا۔ اس کے بعد سڑک زیادہ صاف ستھری اور ہموار تھی۔ سڑک کی دونوں جانب دھان کے لہلہاتے کھیت، کہیں کہیں جنگل اور پہاڑی ٹیلے نظر آ رہے تھے۔ باہر گرمی شدید تھی۔ مغرب کے قریب ہم لوگ سمبلپور کے قرب و جوار میں پہنچے۔ راستے میں دو اونچی پہاڑیوں کے درمیان ایک دریا بہہ رہا تھا۔ یہاں پر ایک بہت بڑا ڈیم بنایا گیا ہے۔ یہ جگہ بہت خوبصورت اور پُر فضا ہے۔

شہر کے مضافات میں جب مہمانانِ گرامی کی جیپ پہنچی تو ہزاروں کے مجمع نے جو موٹر سائیکلوں اور کاروں پر آئے ہوئے تھے، نعرہ ہائے تکبیر اور رسالت سے معزز مہمانوں کا استقبال کیا۔ سب کے ہاتھوں میں جشنِ عید میلا د النبی کے سبز جھنڈے تھے۔ لوگوں کے اصرار پر جیپ روکی گئی، سینکڑوں بچوں، نوجوانوں اور بزرگوں نے دونوں مہمانوں کی دست بوسی کی اور گل پوشی کی۔ استقبال کرنے والوں میں سمبلپور کے اہم علمائے کرام اور عمائدین کے نام یہ ہیں:

۱ ﷺ مولانا اسرائیل رونق القادری صاحب (مہتمم مدرسہ مصباح العلوم دار الیتمیٰ لدھا بھائی)
۲ ﷺ مولانا غلام محی الدین صاحب (امام پلٹن مسجد)
۳ ﷺ مولانا تصور حسین صاحب (امام احمد خان مسجد)
۴ ﷺ مولانا سید انوار الحق صاحب (امام رسالہ مسجد)
۵ ﷺ مولانا فضل کریم فیضی صاحب (مدرس مدرسۂ مصباح العلوم)
۶ ﷺ محمد ابرار حسن خانصاحب (ممبر مسجد کمیٹی جامع مسجد صدر)
۷ ﷺ محترم شبیر احمد وکیل صاحب (صدر عید میلا د النبی کمیٹی)
۸ ﷺ محترم محمد جہانگیر خان (ممبر عید میلا د النبی کمیٹی)
۹ ﷺ محترم محمد نواب صاحب (سیکریٹری عید میلا د النبی کمیٹی) وغیرھم

نیشنل ہائی وے سے یہ کاروانِ شوق آہستہ آہستہ رینگتا ہوا شہر میں داخل ہوا۔ شہر میں جگہ جگہ عید میلا د النبی ﷺ کی سجاوٹ اور چراغاں نمایاں تھی۔ وسط شہر میں ہوٹل اوپوہار میں مہمانانِ گرامی کا قیام ہوا۔ عقیدتمندوں کے ہجوم کے باعث ہوٹل میں داخل ہونے میں تاخیر ہوئی، بچے، جوان، بوڑھے سب ایک جھلک دیکھنے، دست بوسی اور گل پوشی کی سعادت کے حصول کے لئے ایک دوسرے پر گرے جا رہے تھے۔ ہوٹل کے سامنے ہی عید گاہ کے بڑے میدان میں جلسۂ عید میلا د النبی ﷺ کا اہتمام تھا۔ عشاء کے بعد لوگ جلسہ گاہ میں آنا شروع ہو گئے۔ مہمانانِ محترم طعام، نماز و وظائف اور آرام و استراحت سے فراغت کے بعد تقریباً ۱۱ ربجے جلسہ گاہ پہنچے تو ان کا نعروں کی گونج میں استقبال کیا گیا۔ ہندوستان کے مختلف علاقوں سے بھی واعظین علمائے کرام تشریف لائے ہوئے تھے لیکن افسوس کہ دو دنوں کے قیام کے دوران نہ تو ان میں سے کوئی صاحب پاکستان کی محترم شخصیات سے ملاقات کے لئے تشریف لائے نہ میلا د کمیٹی کی انتظامیہ نے اس ملاقات کا کوئی اہتمام کیا۔ علامہ کوکب نورانی کی تقریر سب سے آخر میں ہوئی۔ ان کا خطاب نہایت متاثر کن تھا۔ بچے بوڑھے سب آخر وقت تک بیٹھے رہے۔ سید صاحب نے طبیعت کی ناسازی کی وجہ سے خطاب نہ کیا۔ آپ کا خطاب دوسرے دن صبح گیارہ بجے ہوا، آپ کے خطاب کا عنوان تھا کہ ''سید عالم ﷺ کی محبت ہی اصل ایمان ہے''۔ حاضرین نے بہت سراہا، نعرہ ہائے تحسین بلند کئے۔ جمعہ کی نماز سے قبل خطاب ختم ہوا۔ پھر صلوٰۃ و سلام اور دعائے خیر ہوئی۔ علامہ کوکب نورانی صاحب نے تاج المدارس کی جامع مسجد میں جمعہ کی خطابت و امامت فرمائی اور حضرت سید وجاہت رسول قادری صاحب نے صدر کی مسجد میں خطابت و امامت فرمائی۔ اس مسجد میں حضرت

مولانا اسرائیل رونق القادری صاحب (مہتمم مدرسۂ مصباح العلوم دارالیتمی لدھا بھائی، سمبلپور) خطابت فرماتے ہیں۔

شام کو ہوٹل میں، مقامی مقتدر حضرات، علماء طلباء وکلاء و اساتذہ کے مختلف وفود سید صاحب سے ملاقات کے لئے آتے رہے۔ اہلسنّت والجماعت کی تنظیم، مسلکِ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے فروغ، مسلمانوں کی معاشی اور تعلیمی پس ماندگی، مختلف موضوعات پر تبادلۂ خیالات ہوئے۔ سید صاحب نے طلباء و اساتذہ کو خصوصی طور سے ترغیب دی کہ دینی تعلیم ضرور حاصل کریں لیکن ساتھ ہی ساتھ جدید علوم سے آگاہی بھی بہت ضروری ہے۔

خطابت و امامت کے ساتھ دینی مدارس کے طلباء کو خصوصاً تصنیف و تحقیق کے میدان میں آگے آنا چاہئے، فتاویٰ رضویہ سے استفادہ کرتے ہوئے حالاتِ حاضرہ کے مسائل کے حل پیش کئے جائیں، دورِ جدید کے تمام وسائل ابلاغ کمپیوٹر، انٹرنیٹ، ویب سائٹ، ٹی.وی اسکرین، ریڈیو، جرائد و اخبارات کا استعمال دین و مسلک کی تبلیغ اور فروغ کے لئے ناگزیر ہوگیا ہے۔ سمبلپور میں ایک یونیورسٹی، ایک انجینئرنگ کالج اور ایک میڈیکل کالج، دیگر اسکولز اور ڈگری کالجز کے علاوہ ہے۔ سید صاحب نے طلباء کو مشورہ دیا کہ جدید تعلیم کی ان سہولیات سے پورا فائدہ اٹھائیں اور یہاں کے معاشی اور سیاسی میدان میں ایک تعلیم یافتہ سنّی نوجوان زیادہ بہتر کردار ادا کرسکتا ہے۔ آپ نے یہ بھی پیشکش کی کہ جو طالبِ علم (یا طالبہ) کسی بھی موضوع پر امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے حوالے سے پی.ایچ.ڈی کرنا چاہے اس کو ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا خاکہ کی تیاری سے لیکر تھیسس کی تیاری تک تمام متعلقہ مواد و مآخذ کی فراہمی ممکن بنائے گا اور پی.ایچ.ڈی کی سند ملنے کے بعد ایک امام احمد رضا ریسرچ گولڈ میڈل ایوارڈ بھی دے گا۔

ان کے بعد مقامی اخبارات اور ٹی.وی کی ایک ٹیم آئی اور حضرت سید صاحب کا انٹرویو حالاتِ حاضرۂ اسلام اور ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے مقاصد کے حوالے سے لیا۔

دوسرے دن جلسۂ عید میلاد النبی ﷺ کی تقریب حسبِ پروگرام بعد نمازِ عشاء تقریباً ۱۰ بجے شروع ہوئی۔ مقامی علمائے کرام کے بعد حضرت علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی صاحب مدظلہ العالی کا ایمان افروز خطاب شروع ہوا جو ایک بجے شب تک جاری رہا، علامہ صاحب کو صبح رائے پور سے بذریعہ ہوائی جہاز ممبئی اور پھر وہاں سے دہلی میں عید میلاد النبی ﷺ کے ایک جلسے میں خطاب کے لئے جانا تھا اس لئے وہ حضرت سید صاحب سے رخصت ہوکر صبح ۴ بجے بذریعہ کار رائے پور کے لئے روانہ ہوگئے۔ حضرت قبلہ سید صاحب کا خطاب صبح ۳ بجے تک جاری رہا، عنوان تھا ''محبتِ رسول ﷺ اور اس کے تقاضے''۔

دوسرے دن قبلہ سید صاحب شام ساڑھے چار بجے ٹرین (کوراپوت ہوڑہ ایکسپریس) سے کلکتہ روانہ ہوئے تو شیدائیانِ مصطفیٰ ﷺ کے بڑے ہجوم کے ساتھ آپ کو سمبلپور اسٹیشن لے جایا گیا۔ علماء اور عید میلاد النبی کمیٹی کے ممبران بھی ساتھ تھے جن میں مولانا اسرائیل رونق القادری صاحب، مولانا شوکت علی صاحب، جناب اظہار صاحب، جناب فیروز صاحب، جناب نواب صاحب، جناب جہانگیر صاحب، جناب شبیر احمد ایڈوکیٹ صاحب اور دیگر علماء و عہدیداران میلاد کمیٹی قابلِ ذکر ہیں۔ جناب محمد یٰسین میمن ایریا منیجر سنگر لمیٹڈ حضرت سید صاحب کو چھوڑنے کے لئے کلکتہ تک گئے۔ روانگی سے قبل سید صاحب نے کلکتہ (زکریا اسٹریٹ) کی معروف مذہبی، سماجی اور سیاسی شخصیت جناب مظہر بیگ ربانی برکاتی صاحب کو بذریعہ فون اطلاع کردی تھی کہ وہ کل صبح ان شاء اللہ کوراپوت ہوڑہ ایکسپریس سے ہوڑہ پہنچ رہے ہیں۔ لہٰذا وہ اسٹیشن پر انہیں لینے آجائیں۔ ۱۹۶۳ء (تقریباً چالیس سال) کے بعد سید صاحب کا کلکتہ کا پہلا دورہ تھا۔ ۲۴ اپریل کی صبح ۸ بجے ہوڑہ ریلوے اسٹیشن پر جناب مظہر ربانی بیگ نے بیسیوں علماء اور کارکنانِ اہلسنّت کے ہمراہ آپ کا استقبال کیا، جس میں سے چند معروف حضرات کے نام درج ذیل ہیں: مولانا غلام مصطفیٰ حبیبی صاحب، مولانا قاری نعمت حسین حبیبی صاحب، مولانا محمد حبیب الرحمٰن صاحب (کنوینر آف ایسوسی ایٹس آف انڈین مائینارٹیز)، مولانا اسلم بینائی صاحب، جناب عبد الجبار قادری صاحب، جناب آفتاب احمد رضوی صاحب، جناب محمد شانِ رضا صاحب، جناب سید منور حسین صاحب، جناب افضل حسین صاحب، جناب عمران عطاری صاحب، جناب محمد امیر

ا۔ جناب مظہر بیگ صاحب نے سید صاحب کو بتایا کہ منشی لعل محمد خاں صاحب کی پوتی کے پاس اعلیٰ حضرت کے بڑے نوادر ہیں۔ ابتک انہیں ان کے حصول میں کامیابی نہیں ہوسکی لیکن ان شاء اللہ جلد وہ اس میں کامیاب ہوجائیں گے۔

حسین رضوی صاحب، جناب شہاب الدین رضوی صاحب ودیگر حضرات۔
گل پوشی اور استقبالیہ نعرہ کے بعد گاڑیوں کے کاروان کے جلو میں سید صاحب کو زکریا اسٹریٹ، کی مشہور ناخدا مسجد کے پاس ہوٹل ''مون گیسٹ ہاؤس'' لے جایا گیا۔ یہیں قریب ہی میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمہ کے چہیتے مرید منشی لعل محمد صاحب علیہ الرحمہ کا مکان ہے جہاں اب ان کی پوتی قیام پذیر ہیں اور اُن کی عمر ستر سے بھی متجاوز ہے[1]۔ جناب مظہر ربانی بیگ برکاتی صاحب اس وقت کلکتہ کے جماعت اہلسنّت کے بڑے فعال کارکن بلکہ رہنما ہیں، جدید تعلیم یافتہ ہیں لیکن مذہبی لٹریچر کا بڑا وسیع مطالعہ ہے، اسلامی عقائد ونظریات، تاریخ اور سیاسیات پر جدید سے جدید اشاعت آپ کی لائبریری میں مل جائے گی، ان کا اس وقت سب سے بڑا اور اہم کارنامہ تحریکِ واگذاریِ ناخدا مسجد کلکتہ ہے۔ یہ آج سے تقریباً سوا سو (۱۲۵) سال قبل اپنی تعمیر کے اول دن سے اہلسنّت وجماعت کے مسلک کی مسجد رہی ہے لیکن درمیان میں کچھ متولین کرام کی نادانی اور کچھ دیوبندی مولویوں کے تقیہ شعاری کی بناء پر دیوبندیوں کے قبضہ میں چلی گئی تھی۔ جناب مظہر بیگ اور ان کے ساتھیوں نے نہایت فراست وتدبر سے قانونی جنگ لڑکر اور موجودہ متولیان سے سمجھداری اور متانت سے گفتگو کرکے بحمد اللہ ۸۰ فیصد کام مکمل کرلیا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ بقیہ ۲۰ فیصد بھی کام مکمل ہوجائے گا۔ حال ہی میں مظہر ربانی بیگ صاحب کے والد ماجد جناب عبدالرب بیگ صاحب کو عارضۂ قلب میں وصال ہوا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو غریقِ رحمت فرمائے اور اعلیٰ علّیین میں مقام عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔ جناب عبدالرب بیگ مرحوم مغفور کا کلکتہ کے بااثر سنّی افراد میں شمار ہوتا تھا، ان کا ایک وسیع حلقۂ احباب ہے۔ قبلہ سید صاحب کو ۲۶ راپریل کو بنارس پہنچنا تھا لیکن جناب عبدالرب بیگ مرحوم کی بیسویں کی فاتحہ کی وجہ سے ایک دن تاخیر سے روانہ ہوئے۔

صاحبزادہ مظہر ربانی بیگ صاحبنے کلکتہ کے مشہور مسافر خانہ (زکریا اسٹریٹ) پر اپنی تحریک کا دفتر قائم کرلیا ہے۔ الحمد اللہ مسافر خانہ کی مکمل عمارت آپ ہی کے زیر انتظام آگئی ہے۔ مرکزی جگہ پر دفتر قائم ہوجانے کی بناء پر ان کے کام میں بڑی آسانی ہوگئی ہے۔ ہندوستان میں اہلسنّت کی اعلیٰ قیادت سے ان کے نہ صرف رابطے ہیں بلکہ ذاتی تعلقات بھی ہیں۔ مثلاً تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں الازہری صاحب، حضرت مولانا ڈاکٹر سید امین میاں برکاتی صاحب اور ان کے تمام محترم برادران، حضرت مولانا عبیداللہ اعظمی صاحب، حضرت علامہ مولانا قمر الزمان اعظمی صاحب، حضرت مولانا سید شاہ آل رسول حسنین نظمی میاں صاحب، ان کے صاحبزادے آئی۔ ٹی انجینئر، فاضل نوجوان حضرت مولانا سید سبطین حیدر صاحب، حضرت مولانا سید کلیم اشرف صاحب، حضرت علامہ یٰسین اختر مصباحی صاحب، وغیرھم جب کلکتہ تشریف لاتے ہیں تو آپ ہی میزبانی کے فرائض انجام دیتے ہیں۔ کلکتہ میں ''رضویات'' کے حوالے سے ایک اہم پیش رفت یہ ہوئی کہ آج تک کلکتہ یونیورسٹی سے امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے حوالے سے کوئی پی۔ ایچ۔ ڈی رجسٹر نہیں ہوسکی، سید صاحب کے توجہ دلانے پر جناب مظہر ربانی صاحب نے کلکتہ یونیورسٹی کے شعبۂ سوشیالوجی کے ریسرچ اسکالر اور مجاہد ملت حضرت علامہ مولانا حبیب الرحمٰن رئیسِ اعظم اڑیسہ علیہ الرحمۃ کے مرید جناب مزمل حسین حبیبی صاحب درج ذیل (انگریزی) عنوان پر پی۔ ایچ۔ ڈی تھیسس تحریر کرنے کے لئے تیار کروایا ہے:

"Rise and Consolidation of Bareilvi School of thought--- A Socialogical Analysis."

سید صاحب نے فرمایا کہ ان شاء اللہ ادارے کے جنرل سیکریٹری پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری اور کراچی یونیورسٹی کے پالیٹیکل سائنس کے استاد پروفیسر ڈاکٹر احمد قادری صاحبان جلد اس موضوع کا خاکہ بنا کر جناب حبیبی صاحب کو فراہم کردیں گے تاکہ ان کی رجسٹریشن ہوجائے۔ مون گیسٹ ہاؤس میں سنّی علماء، طلبا وعمادین کے مختلف وفود دن بھر ملاقات کے لئے آتے رہے۔ چونکہ مظہر ربانی صاحب نے حضرت سید صاحب کی آمد کی خبر اخبارات میں شائع کردی تھی اور ساتھ ہی مون گیسٹ ہاؤس میں قیام کا ذکر بھی کردیا تھا اس لئے عوام الناس تک خبر پہنچ گئی اور مختلف طبقات کے افراد کا ملاقات کے لئے تانتا بندھ گیا۔ دعوتِ اسلامی کے بھی احباب تشریف لائے جن میں مولانا عمران عطاری اور مولانا احمد رضا اور دیگر افراد شامل تھے۔ بنگال، اڑیسہ، بہار اور یوپی کی سطح پر دعوتِ اسلامی کی تحریک ابھی پروان

چڑھ رہی ہے، جبکہ ممبئی اور صوبۂ گجرات میں زیادہ منظم انداز میں کام آگے بڑھ رہا ہے۔ جناب مظہر ربانی بیگ صاحب نے اپنی مصروفیات اور اپنے والد ماجد مرحوم و مغفور کے سانحۂ ارتحال کے سلسلے میں تعزیت کے لئے آنے والے عزیز و اقارب اور احباب کے ساتھ مشغولیت کے باوجود دو تین پروگرام سید صاحب کے لئے مرتب کر دیئے تھے۔

۲۴؍اپریل کو رپن اسٹریٹ کی مسجد میں بعد نماز عصر سید صاحب کا خطاب ہوا جو نمازِ مغرب تک جاری رہا۔ عنوان تھا ''اسوۂ حسنہ کی پیروی''۔ نمازِ مغرب کی امامت بھی سید صاحب نے فرمائی، بعد نماز عشاء علاقہ کی معروف شخصیت ایم بی بی ایس ڈاکٹر جناب منظور احمد صاحب کے دولت کدے پر عشائیہ تھا۔ دوسرے دن صبح جناب مظہر ربانی صاحب نے اطلاع دی کہ مارہرہ شریف کے سجادہ نشین حضرت علامہ سید شاہ آلِ رسول حسنین نظمی میاں صاحب مدظلہٗ العالی اور ان کے صاحبزادے ذی وقار فاضل نوجوان حضرت مولانا سبطین حیدر زید مجدہٗ بھی ممبئی سے ان کے والد ماجد مرحوم کی تعزیت اور بیسویں کی فاتحہ میں شرکت کی غرض سے کلکتہ پہنچ رہے ہیں اور وہ ان کے استقبال کے لئے ایئرپورٹ جا رہے ہیں۔ رات کو بعد نماز عشاء ربانی صاحب کے ایک ہمدم دیرینہ اور کلکتہ کے معروف تاجر جناب عبدالرحمٰن راجھستانی صاحب کے در دولت پر ایک علمی نشست ہے جہاں حضرت شاہ آلِ رسول حسنین نظمی میاں صاحب مع اپنے صاحبزادہ عالی وقار کے تشریف فرما ہوں گے۔

شام کو حضرت قبلہ سید صاحب کو لے کر ربانی بیگ صاحب، حضرت نظمی میاں صاحب کی قیام گاہ پر پہنچے تو وہ اور ان کے صاحبزادے نہایت تپاک سے ملے۔ جناب مولانا سبطین حیدر صاحب زید عنایتہٗ کی چند ماہ قبل کراچی میں سید صاحب سے ملاقات ہو چکی تھی اور وہ ادارے کے دفتر بھی تشریف لائے تھے۔ صاحبزادہ والا تبار خود چونکہ دینی علوم کے ساتھ عصری علوم کے بھی فارغ التحصیل ہیں اس لئے مسلم نوجوان کی تعلیم و تربیت اور دین و مذہب اور مسلک و مشرب کے فروغ اور ابلاغ کے سلسلے میں جدید دور کے تمام وسائل ابلاغ کے بہتر، مثبت استعمال کے حق میں ہیں اور تعمیری فکر کے حامل ہیں۔ حضرت قبلہ نظمی صاحب کی قیام گاہ پر دو اور اہم شخصیات سے سید صاحب کا تعارف ہوا۔ ایک حکیم ارتضٰی صاحب (غالباً یہی نام تھا ان کا) جن کے متعلق بتایا گیا کہ ان کی عمر ایک سو دس سال کی ہے اور انہوں نے صدرالشریعہ، علامہ مفتی امجد علی اعظمی صاحب، صدرالافاضل علامہ مولانا نعیم الدین مرادآبادی صاحب، حضرت مولانا حشمت علی صاحب رحمہم اللہ کی زیارت اور صحبت پائی ہے اور دوسرے مناظرِ اہلسنّت اڑیسہ حضرت علامہ مولانا مفتی سید آلِ حسن صاحب مدظلہٗ العالی (غالباً یہی اسمِ گرامی تھا ان کا) جب حکیم صاحب نے دورانِ گفتگو صلح کلیت کا رنگ دکھایا تو مناظر اہلسنّت نے اڑیسہ نے ان کی زبردست گرفت کی اور ان کو بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ اللہ تعالیٰ مناظرِ اہلسنّت کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کے علم و عمل میں اضافہ فرمائے (آمین)۔ آپ اڑیسہ میں حضرت مجاہد ملت علیہ الرحمہ کے دارالعلوم کے دارالافتاء کے صدر نشین ہیں، خطابت میں بھی خوب جوہر دکھاتے ہیں۔

یہاں سے تمام حضرات دو تین کاروں میں جناب عبدالرحمٰن راجھستانی صاحب کی قیام گاہ پہنچے۔ وہاں صدر مجلس متولیان ناخدا مسجد ڈاکٹر محمد یعقوب صاحب بھی تشریف فرما تھے۔ معززین شہر کا منتخب حلقہ مدعو تھا۔ زیادہ تر نوجوان طلباء اور جدید پڑھا لکھا طبقہ تھا، سید صاحب نے ''عصرِ جدید کے تقاضے اور ہمیں دین و مسلک کے ابلاغ کے لئے کیا کرنا ہے؟'' کے عنوان پر تقریر کی جو حاضرین کے لئے دعوتِ فکر تھی۔ حضرت مولانا سبطین حیدر صاحب نے بھی خطاب فرمایا اور قبلہ سید صاحب کی فکر کی تائید کرتے ہوئے مزید نکات کا اضافہ کیا۔ پیر طریقت حضرت شاہ آلِ رسول حسنین نظمی صاحب نے مختصر خطاب کے بعد نعت شریف پیش کی۔ ہندوستان کے نعت گو شعراء میں آپ کا ایک منفرد مقام ہے، آپ نے رباعیاں اور قطعات بھی سنائے۔ حاضرین نے خوب داد دی۔ اعلیٰ حضرت کی شان میں ایک خوبصورت قطعہ کہا۔ وہ سید صاحب نے ان سے نوٹ کروالیا۔ ملاحظہ ہو:

رضؔا کے نام پر سارا زمانہ ناز کرتا ہے
یہ وہ منصب ہے جو کہ ایک خوش قسمت کو ملتا ہے
رضؔا کے نام پر مرتے ہیں لاکھوں لوگ دنیا میں
کوئی خوش ہو کے مرتا ہے، کوئی جل جل کے مرتا ہے

سید صاحب نے حضرت نظمی صاحب سے فرمایا کہ حضرت یہ قطعہ پاکستان

کے سنیوں کا بھی حسب حال ہے۔ وہاں بعض نام نہاد ''فقیہ ملت'' اور محدث ہفت کشور'' اعلیٰ حضرت عظیم البرکت سے بغض وحسد رکھتے ہوئے چاند پر تھوکنے کی سعی بے کار کرتے ہیں اور جب ان کا تھوکا ان ہی کے منہ پر آگرتا ہے تو غیض سے اپنی انگلیاں چباتے ہیں اور محبین اعلیٰ حضرت کو گالیاں سناتے ہیں۔ سبحان اللہ آپ (نظمی صاحب) نے خوب ترجمانی کی ہے۔

یہاں دیگر احباب میں مولانا حبیب الرحمٰن صاحب (کنوینز آف ایسوسی ایشن آف انڈیا مائنارٹیز)، فاضل نوجوان مولانا محمد مجاہد حسین حبیبی (ایڈیٹر سہ ماہی تبلیغ سیرت کلکتہ ورکن آل انڈیا تبلیغ سیرت مغربی بنگال) محمد ابراہیم امین صالح جی (صدر سُرتی وھرہ سنّی جماعت کلکتہ اوران کے علاوہ دیگر مقتدر شخصیات بھی تھیں۔

کولوٹولہ، کلکتہ میں معروف تاجر حاجی عارف غازیانی (میمن) صاحب اور ان کے صاحبزادگان سید آلِ رسول حسنین نظمی میاں صاحب سے بیعت ہیں، حضرت نظمی میاں صاحب کے ساتھ جناب مظہر ربانی بیگ اور سید صاحب قبلہ بھی ان کے دعوت پر ان کے گھروں میں گئے۔ ان لوگوں نے بڑی خاطر مدارت کی اور تحفہ تحائف سے نوازا۔

رات بعد نماز عشاء محترم ربانی بیگ صاحب کے گھر ان کے والد ماجد عبدالرب بیگ مرحوم ومغفور کی مجلس ایصالِ ثواب تھی۔ ان کا گھر مسجد ناخدا سے بہت قریب چترنجن ایونیو ڈیمزن لین میں ہے۔ سید صاحب کے علاوہ متعدد مقامی علماء اور حضرت سبطین حیدر صاحب ۔نے بھی خطاب فرمایا، شعرائے کرام نے نعتیں اور منقبتیں پڑھیں، حضرت نظمی صاحب نے اپنے کلام سے حاضرین کرام کو محظوظ فرمایا۔ قبلہ سید صاحب نے ''اچھی زندگی اور اچھی موت'' کے عنوان پر تقریر کی، جو حاضرین کرام نے پسند فرمائی۔ اسی دن کلکتہ کی دعوتِ اسلامی کے امیر صاحب کے والد کا بھی انتقال ہوا، ان کے لئے بھی اس مجلس میں دعا کی گئی۔ حاضرین مجلس میں جناب ربانی بیگ صاحب کے برادران، رشتہ داروں، دوستوں کے علاوہ کلکتہ شہر کی معزز شخصیات بھی شریک تھیں، گھر کی وسیع چھت پر مجلس تھی، تل رکھنے کی جگہ نہیں تھی۔ جناب ربانی صاحب نے شاندار الفاظ میں قبلہ سید وجاہت رسول قادری صاحب کا تعارف کرایا۔ جواب میں سید صاحب نے ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا کہ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ پر کام ہی ہماری پہچان ہے۔ اس کے علاوہ ہم صفر ہیں۔ ہم لوگوں خصوصاً پڑھے لکھے طبقے کو چاہئے کہ مسلکِ اعلیٰ حضرت پر سختی سے عمل کریں۔ اعلیٰ حضرت کی اور ان پر لکھی ہوئی کتب پڑھیں اور ان کے علمی و دینی کارناموں کو منظرِ عام پر لائیں اور اس کے لئے حتی المقدور تمام وسائل بروئے کار لائیں۔

دورانِ قیام کلکتہ جناب ربانی بیگ صاحب نے مفتی اعظم ہند علامہ مولانا مصطفیٰ رضا خاں قدس سرہٗ العزیز کی ایک کرامت سید صاحب کو سنائی۔ انہوں نے فرمایا:

کہ شہزادۂ اعلیٰ حضرت مجدد ابن مجدد حضرت سیدنا مصطفیٰ رضا خاں قادری نوری رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان ایک بار اپنے مرید خاص حضرت حاجی سہراب خاں غازیپوری مرحوم مغفور کے پاس تشریف فرما تھے۔ حاجی صاحب نے فرمایا کہ میرے صاحبزادے حاجی انوار عالم خاں ایڈوکیٹ بچپن سے دودھ نہیں پیتے ہیں، دودھ دیکھتے ہی ان کا جی متلانے لگتا ہے، اگر ایک گھونٹ بھی پی لیں تو قے کر دیتے ہیں، حضور آپ دعا فرمادیں اور کوئی تعویز عطا فرمادیں تاکہ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت سے یہ بہرہ ور ہوسکیں۔ حضرت مجدد ابن مجدد قدس سرہٗ نے صاحبزادے کو بلا کر پوچھا کہ آپ دودھ کیوں نہیں استعمال کرتے۔ انہوں نے جواب دیا کہ حضرت اس سے مجھے الرجی ہے۔ حضور مفتیِ اعظم قدس سرہٗ نے دودھ کی پیالی منگوائی اور اس میں اپنی انگشتِ شہادت ڈالی اور ایڈوکیٹ صاحب سے کہا پیؤ یہ اللہ تعالیٰ کی بہت لذیذ نعمت ہے۔ انہوں نے ڈرتے ڈرتے پہلے ایک گھونٹ پیا، پھر دوسرا پھر تیسرا اور پھر پوری پیالی پی گئے اور اس دن کے بعد سے دودھ ان کی محبوب غذا بن گئی۔

نگاہِ ولی میں یہ تاثیر دیکھی : بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

۲۶ر اپریل کو جناب مظہر ربانی بیگ صاحب کا اور پھر سید صاحب محترم کا راقم کو فون آگیا کہ وہ ۲۷ر کی صبح ساڑھے نو بجے پوروا ایکسپریس سے بنارس کے لئے روانہ ہورہے ہیں لہذا بنارس ریلوے اسٹیشن پر ان کا سواگت (استقبال) شایانِ شان طریقہ پر کیا جائے۔ بنارس روانگی سے قبل الوداعی

ملاقات کے لئے تشریف لانے والوں میں معروف حضرات یہ تھے: مولانا توقیر عالم اشرفی صاحب، مسجد ناخدا کے سنّی امام، محمد شاہد حسین قادری مالک اعجاز بک ڈپو دھوبیہ بگان، مولوی محمد خورشید رضوی صاحب، جناب عبدالرحمٰن راجھستانی صاحب، محمد امین صالح جی صاحب، ڈاکٹر منظور احمد صاحب، سید منور حسین صاحب، مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اور دیگر حضرات۔ پھر مظہر ربانی بیگ صاحب کی قیادت میں تمام احباب کاروں کے ہجوم میں ہوڑہ ریلوے اسٹیشن تک الوداع کہنے گئے۔ چلتے وقت جناب مظہر ربانی بیگ صاحب نے آبدیدہ ہوکر فرمایا کہ سید صاحب آپ نہایت مختصر مدت کے لئے کلکتہ آئے مگر ہماری تحریک میں جان ڈالدی اور آپ کے خطابات اور گفتگو کی وجہ سے نئے حضرات ہماری تحریک میں شامل ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو تادیر سلامت رکھے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین۔

۲۷/اپریل ۲۰۰۵ء بروز بدھ آپ ڈیلکس ایکسپریس سے شام ۸/بجے کلکتہ سے بنارس تشریف لائے۔ اسٹیشن پر راقم (شفیق اجمل)، مولانا غلام مصطفیٰ حبیبی، حافظ محمد عارف، حافظ سیف الملک، شیر علی رضوی اور ان کے ہمراہ پچاسوں لوگوں نے والہانہ استقبال کیا۔ وہاں سے ہم لوگ قیام گاہ کی جانب روانہ ہوئے۔ آپ کے قیام کا انتظام بنارس ہندو یونیورسٹی میں پروفیسر رفعت جمال صاحبہ نے کیا تھا۔ رات ۹/بجے ہم لوگ وہاں پہنچ گئے۔ رات کھانا ہم لوگوں نے حضرت سید صاحب کے ساتھ کھایا اور اس کے بعد ایک نشست کا انعقاد کیا گیا جس میں یونیورسٹی کے اسکالرز شریک ہوئے اور یونیورسٹی میں رضویات پر ہورہے کام کا جائزہ لیا گیا۔ آپ نے اپنے مفید مشورے سے اسکالرز کی حوصلہ افزائی فرمائی اور یقین دہانی کی کہ ادارہ اسکالرز کو مواد کی فراہمی کے سلسلے میں ہر ممکن تعاون کے لئے ہمہ وقت تیار ہے۔ واضح رہے کہ بنارس ہندو یونیورسٹی میں رضویات پر پی. ایچ. ڈی کے دو مقالے مکمل ہوچکے ہیں اور دو زیرِ تکمیل ہیں۔

۲۸/اپریل ۲۰۰۵ء بروز جمعرات صبح آپ نے بنارس ہندو یونیورسٹی کا دورہ کیا۔ مختلف شعبہ جات کا قریب سے معائنہ کیا اور دانشور حضرات سے متعدد مسائل پر تبادلۂ خیال بھی فرمایا۔ صبح ۱۰ بجے ہم لوگ مدرسۂ حنفیہ غوثیہ، بجرڈیہہ کے لئے روانہ ہوئے۔ یہ مدرسہ مجاہد ملت حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب علیہ الرحمۃ کا قائم کردہ ہے۔ تقریباً ۱۱/بجے ہم لوگ وہاں پہنچ گئے۔ وہاں پہلے ہی سے حضرت مولانا خلیق احمد صاحب شیخ الجامعہ اپنے مدرسین، ارکان اور طلباء کے ساتھ جامعہ کے گیٹ پر موجود تھے۔ نعرۂ تکبیر و رسالت کی گونج اور مرحبا کی صدا میں بڑے پُر تپاک انداز میں آپ کا خیر مقدم کیا گیا اور جامعہ کی وسیع و عریض مسجد میں ایک استقبالیہ دیا گیا۔ تلاوت کلام پاک اور نعت رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے بعد حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب قبلہ نے ایک مختصر مگر جامع تعارف فرمایا۔

اس کے بعد حضرت سید صاحب قبلہ نے ایک جامع خطاب فرمایا جس میں آپ نے اپنا تعارف کراتے ہوئے فرمایا کہ بنارس ان کا اور ان کے والد ماجد کا وطنِ اصلی ہے۔ آپ کی دادی پتر کنڈہ کے قریب قبرستان میں آسودۂ خاک ہیں اور آپ کے جدِّ امجد اول شیر بیشۂ اہلسنّت حضرت علامہ مولانا ہدایت رسول قادری برکاتی رضوی رحمۃ اللہ کا وطن لکھنؤ تھا اور وہ رامپور میں حضرت درگاہی شاہ صاحب رحمہ اللہ کے احاطے میں مدفون ہیں۔ حضرت مولانا سید ہدایت رسول قادری لکھنوی رحمہ اللہ حضرت حسین احمد نوری میاں قدس سرہٗ سے بیعت تھے، اعلیٰ حضرت عظیم البرکت سے شرفِ تلمذ اور خلافت حاصل تھا۔ آپ نے امام احمد رضا فاضل بریلوی کے حوالے سے کئے گئے کام کو اجمالی طور پر بیان کیا۔ تقریباً ایک بجے صلوٰۃ وسلام اور دعا پر محفل کا اختتام ہوا۔

مدرسہ حنفیہ غوثیہ کے بعد ہم لوگ جامعہ فاروقیہ ریوڑی تالاب کے لئے روانہ ہوئے۔ وہاں بھی جامعہ کے مدرسین وطلباء نے نعرۂ تکبیر ورسالت کی گونج میں بڑے پُر جوش انداز میں والہانہ استقبال کیا۔ جامعہ کی لائبریری ہال میں ایک نشست کا انعقاد کیا گیا جس میں ادارے کی کارکردگی کو آپ نے سب کے سامنے پیش کیا گیا۔ آپ نے متعدد مسائل پر اپنے گرانقدر مشورے سے نوازا۔

مولانا عبد المجتبیٰ شہید (مصنف تذکرۂ مشائخ قادریہ رضویہ) جو جماعتِ اہلسنّت کے ایک فاضل عالمِ دین تھے، انہوں نے آج سے تقریباً ۷/سال قبل سید صاحب کی تحریک وترغیب پر شہر بنارس کے اہلسنّت کی تاریخ از سرِ نو مرتب کی تھی مگر اشاعت سے قبل آپ ایک حادثہ میں اس دارِ فانی کو

خیر باد کہہ گئے اور آپ کا جمع کیا ہوا مسودہ مولانا عبدالھادی خانصاحب مدرس جامعہ فاروقیہ کے پاس محفوظ رہا۔ حضرت سید صاحب قبلہ کے ایما پر مولانا عبد الھادی خانصاحب نے اس تاریخی دستاویز کو جلد از جلد شائع کرانے کی یقین دہانی کروائی ہے۔ حضرت موصوف کا یہ اقدام یقیناً اہلِ بنارس کے لئے قابلِ فخر و تحسن ہے۔

آج ظہرانے کا انتظام میرے گھر پر ہی تھا جس میں مقامی علماء کی ایک نشست بھی حضرت موصوف کے ساتھ ہوئی۔ والدؒ رامی حاجی عبد الرب صاحب نے آپ کا والہانہ استقبال کیا اور حضرت سید صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ان کی خدمات پر انہیں مبارکباد بھی پیش کی۔ حضرت سید صاحب والد گرامی سے مل بہت خوش ہوئے اور ان کی ملّی، مذہبی اور سماجی خدمات کو سن کر خوب سراہا اور خوشی کا اظہار کیا۔

عصر کی نماز ادا کرنے کے بعد ہم لوگ قطبِ بنارس حضرت شاہ طیب بنارسی علیہ الرحمہ کے مزار پر حاضر ہوئے۔ وہاں سے للہ پورہ اور پتر کنڈہ کے لئے روانہ ہوئے جہاں آپ کی دادی محترمہ اور خاندان کے دیگر بزرگ مدفون ہیں۔ وہاں فاتحہ پڑھنے کے بعد آپ نے بنارس میں موجود اپنے رشتہ داروں سے ملاقاتیں کیں آج رات کھانے کی دعوت حافظ عارف صاحب نے حضرت سید صاحب کو دی تھی (حافظ عارف صاحب امام احمد رضا سلور جوبلی کانفرنس کی تیاریوں کے دوران (مارچ میں) کراچی کے دفتر میں سید صاحب قبلہ سے ملاقات کا شرف حاصل کر چکے تھے)۔ رات ۹ ربجے ہم لوگ ان کے گھر پہنچے اور کھانا کھایا گیا۔ یہاں پر ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور کے مدیر علامہ مولانا مبارک حسین مصباحی صاحب سے سید صاحب کی اچانک مگر مختصر ملاقات رہی۔ وہ ممبئی سے آکر مبارکپور روانہ ہو رہے تھے۔ دن بھر کی اس شدید بھاگ دوڑ کے بعد ہم لوگ رات گئے قیام گاہ پہنچے مگر حضرت موصوف کے چہرے پر ابھی بھی تکان نظر نہیں آرہی تھی اور وہ اسکالرز کے ساتھ متعدد مسائل پر دیر شب تک گفتگو فرماتے رہے۔

۲۹ راپریل ۲۰۰۵ء بروز جمعہ صبح ''الانصار اکیڈمی'' ملکی پورہ کو دیکھنے کے لئے روانہ ہوئے۔ یہ ادارہ اہلِ بنارس کا عظیم کارنامہ ہے۔ یہ ادارہ انگلش میڈیم میں CBSE بورڈ اور NCERT پیٹرن پر انٹر تک تعلیم دے رہا ہے۔ راقم اس ادارہ کا ناظم ہے۔ حضرت سید صاحب اس ادارہ کو دیکھ کر بہت خوشی کا اظہار کرتے رہے اور اس کی ترقی کے لئے خوب دعائیں دیں۔ اب نمازِ جمعہ کا وقت بھی قریب آگیا تھا۔ ہم لوگوں کو خواہش تھی کہ بنارس کی کسی مرکزی مسجد میں آپ نمازِ جمعہ پڑھاتے مگر حضرت سید صاحب نے معذرت کر لی۔ لہٰذا ہم لوگوں نے ملکی پور میں نمازِ جمعہ ادا کیا۔ نمازِ جمعہ کے بعد ہم لوگ ریسرچ اسکالر محترمہ شبنم صاحبہ کے والد ماجد جناب حفیظ احمد ایڈوکیٹ کی قیام گاہ پر گئے۔ انہوں نے سید صاحب کو ظہرانہ کی دعوت دی تھی۔ سید صاحب نے ان کو مبارکباد پیش کی کہ ان کی فاضلہ دختر نیک اختر محترمہ شبنم خاتون صاحبہ کی بنارس ہندو یونیورسٹی میں ''امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی عربی ادب کی خدمات'' کے حوالے سے پی. ایچ. ڈی کی رجسٹریشن ہوگئی ہے اور فرمایا کہ ہم نے تمام مواد و مآخذ آپ کی صاحبزادی کو مہیا کر دیا ہے اور ان شاء اللہ اس کی تکمیل تک مزید تعاون کرتے رہیں گے۔ ایڈوکیٹ صاحب اور ان کے بڑے صاحبزادے نے سید صاحب کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے نہ صرف شبنم صاحبہ سے ہر طرح فراہمی لٹریچر میں تعاون کیا بلکہ ان کو کراچی، پاکستان میں امام احمد رضا سلور جوبلی انٹرنیشنل کانفرنس میں بھی مدعو کیا۔ ان کی صاحبزادی اور وہ خود ادارے کے عالمی سطح پر ہونے والے کام سے بہت متاثر ہوئے ہیں۔ وہاں سے فراغت کے بعد ہم سب سید صاحب کی قیام گاہ پر لوٹے۔ اب کچھ ہی گھنٹے بعد آپ کے بنارس سے رخصت ہونے کا وقت بھی قریب آچکا تھا۔

شام ۶ ربجے ریلوے اسٹیشن کے لئے ہم لوگ روانہ ہوئے اور تقریباً ۷ ربجے درگ ایکسپریس سے آپ رائے پور کے لئے روانہ ہوگئے۔ حضرت موصوف کا شہر بنارس کا دو روزہ تاریخی سفر ٹرین کے روانہ ہونے ہی اختتام پذیر ہوگیا۔ اب ہم لوگوں کے پاس وہ نہیں مگر ان کی بہت ساری یادیں موجود رہ گئیں۔

سید صاحب قبلہ رائے پور میں نبیرۂ خلیفۂ اعلیٰ حضرت علامہ مولانا محمد علی فاروقی کے ہاں مہمان رہے اور دار العلوم اصلاح المسلمین کے اساتذہ و طلباء سے کو خطاب کیا۔ رائے پور میں ایک دن قیام کے بعد سید صاحب بذریعۂ جہاز ممبئی اور پھر ۲ رمئی کو کراچی روانہ ہوگئے۔ یوں آپ کا فروغِ رضویات کا ایک اور اہم سفر کامیابی سے اختتام پذیر ہوا۔

اپنے دیس۔۔۔۔۔ بنگلہ دیس میں

فروغِ رضویات کا سفر

سولہویں قسط

صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری

شیر بنگلہ حضرت شاہ عزیز الحق قادری علیہ الرحمۃ کے مزارِ اقدس سے واپسی پر صدیق مارکیٹ، راؤپور، سی۔ ڈی۔ اے ایونیو میں واقع "شاہ امانت حج قافلہ" کے دفتر گئے۔ یہاں عصرانے کا انتظام تھا۔ اس کے مالک مولانا صالح واجدی کے صاحبزادے ہیں۔ دفتر تیسری منزل پر واقع تھا لیکن اس کی تزئین و آرائش دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے، دفتر میں آنے والا اس کے مالک کے حسنِ سلیقہ اور جمالیاتی ذوق کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا، خوبصورت ٹائلوں اور شیشوں سے مزین اس دفتر کی ہر شے، فائلیں، پمفلٹ، ہینڈ بل، اسٹیشنری، مہمانوں کی ضیافت کے لئے چائے کی پیالیاں، ڈش وغیرہ، پروپرائیٹر کے حسنِ انتخاب کی داد دے رہی تھیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ آنے والے کسٹمر کے ساتھ صاحبزادہ واجدی صاحب کا رویہ بھی اعلیٰ اخلاق کا نمونہ تھا۔ راقم ان کے دفتری ماحول سے بہت متاثر ہوا۔ چائے پینے کے دوران ناچیز نے ان کی خوشنما پیالوں کی تحسین کردی تو دوسرے دن انہوں نے ان کے دو سیٹ فقیر کی دو پوتیوں (روحہ فاطمہ، سارہ فاطمہ) کے نام سے حضرت قبلہ مفتی امین الاسلام ہاشمی مدظلہ العالی کی قیام گاہ پر بھجوادیں، احقر شرمندہ ہوا، بہت کہا کہ راقم کا ہرگز ہرگز یہ مطلب نہیں تھا لیکن صاحبزادہ صاحب نہ مانے اور فرمایا کہ انہیں اس تحفہ کو قبول کر لینے میں خوشی ہوگی۔ شاہ امانت حج قافلہ ہر سال ہزاروں افراد کو حج و زیارات کی سہولتیں مہیا کرتا ہے اور قافلوں کی صورت میں حج و عمرہ کے لئے لوگوں کو سعودی عرب بھیجتا ہے۔ راقم کو بتایا گیا کہ ان کا انتظام سب سے اچھا ہے اور بنگلہ دیش میں سب سے زیادہ منظم و احسن طریقے پر آپ زائرین حرمین شریفین کی خدمت انجام دے رہے ہیں، یہ بھی بتایا گیا کہ زائرین کرام سے، وہاں کے طعام و قیام اور زیارات، ٹرانسپورٹ وغیرہ کے مناسب پیسے لیتے ہیں اس لئے ان کے یہاں زائرین کرام کا ہجوم نسبتاً زیادہ ہوتا ہے۔ یہاں سے فراغت پا کر ہم لوگ حضرت مفتی صاحب قبلہ کے محلہ کل گاؤں کے قریب فقیر پارہ کی مسجد، فقیر چلّہ میں گئے۔ یہاں بعد نماز عشاء نعت خوانی کی محفل شروع ہوئی۔ یہ محفل فقیر پاڑہ کل گاؤں کی محلّہ کمیٹی کی جانب سے ہر سال گیارہویں شریف کے موقع پر منعقد ہوتی ہے۔ حضرت قبلہ مفتی صاحب کے اصرار پر راقم نے "نعت شریف" کی اہمیت کے حوالہ سے ایک تقریر کی۔ یہاں راقم کو یہ دیکھ کر مسرت بھی ہوئی اور حیرت بھی کہ نوجوان نعت خوانوں نے زیادہ تر اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ کا کلام سنایا اور وہ بھی نہایت اچھے ترنم اور تلفظ کے ساتھ۔ بعض جگہ کوئی غلطی ہوتی تو فقیر اصلاح کر دیتا کہ بچو! یہ لفظ یوں پڑھا جائے گا یا یہ مصرعہ یوں ہے وغیرہ۔ اس علاقہ میں کئی اولیائے کرام کے مزار واقع ہوئے ہیں، جن مزارات پر حاضری کا اتفاق ہوا ان بزرگوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) حضرت خلیل الرحمٰن قلندر (۲) حضرت ولی احمد (۳) حضرت شاہ حبیب اللہ اور (۴) حضرت اجابت اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

آخر الذکر کے متعلق بتایا گیا کہ یہ حضرت امام اہلسنّت بنگلہ دیش علامہ مولانا نور الاسلام ہاشمی مدظلہ العالی کے استاذ تھے۔ دیوبند کے فارغ التحصیل تھے لیکن عقائد میں ان کے سخت مخالف تھے اور ان کے رد میں عربی زبان میں ایک کتاب "الهادی علی المهدی" تصنیف کی تھی۔

اس محفل نعت شریف میں راقم، علامہ ارشاد احمد بخاری اور قبلہ مفتی صاحب اور ان کے صاحبزادے مولانا مفتی شاہد الرحمٰن زید مجدہٗ کے علاوہ حضرت مفتی سید وصی الرحمٰن صاحب، مفتی جامعہ احمدیہ سنیہ عالیہ، ان کے

برادران مولانا سید حبیب الرحمٰن صاحب، مولانا حافظ سید عزیز الرحمٰن صاحب، ان کے علاوہ مولانا اقبال حسین زنگی صاحب، مولانا انیس الزمان صاحب، حضرت مولانا عبد المنان صاحب (مترجم کنز الایمان بنگالی) وغیرھم بھی تشریف فرما تھے۔ بارش کی رم جھم کے دوران نعت شریف کی محفل رات دیر تک جاری رہی۔ رات کا کھانا (لنگر غوثیہ) کا اہتمام جناب مولانا سید حبیب الرحمٰن صاحب کے دولت کدے پر ہوا۔

دوسرے دن ۲۹ر جون ۲۰۰۳ء صبح ۱۱ر بجے مدرسۂ طیبیہ اسلامیہ فاضلیہ میں فقیر کے لئے استقبالیہ تھا۔ یہ مدرسہ حوالی شہر، بندر میں واقع ہوا ہے، جو ہماری قیام گاہ سے زیادہ دور نہیں تھا۔ یہ مدرسہ حضرت سید احمد شاہ سری کوٹی (سرحد، پاکستان) علیہ الرحمۃ کے صاحبزادے حضرت طیب شاہ رحمہ اللہ کا قائم کردہ ہے۔ حضرت طیب شاہ علیہ الرحمۃ نے اپنے والد ماجد کے کام کو آگے بڑھایا اور چٹا گانگ، ڈھاکہ، سلہٹ وغیرہ میں اہلسنّت و جماعت کے متعدد مدارس قائم کئے اور علمِ دین کے فروغ کے ساتھ ساتھ مسلکِ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے ابلاغ کے لئے بڑی کاوشیں کیں۔ جس کی وجہ سے الحمد للہ سنّیت کو بڑا استحکام ملا۔ جناب مولانا بدیع العالم رضوی مدظلہٗ (پرنسپل طیبیہ اسلامیہ) گاڑی لے کر ہمیں لینے کے لئے آئے۔ حضرت قبلہ مفتی امین الاسلام ہاشمی مدظلہٗ العالی، علامہ ڈاکٹر ارشاد احمد بخاری زید مجدہٗ، حضرت مولانا شاہد الرحمٰن ہاشمی صاحب زید مجدہٗ کے ساتھ فقیر جب وہاں پہنچا تو سخت بارش ہو رہی تھی، بارش کا پانی مدرسہ کے صحن میں سیلابی کیفیت پیش کر رہا تھا، ہم لوگوں کو چھتریوں کے سائے میں مدرسہ کے ہال میں لے جایا گیا۔ برآمدے میں جناب الحاج محمد انوار حسین صاحب سیکریٹری انجمنِ رحمانیہ احمدیہ سنّیہ، جناب الحاج شمس العالم صاحب صدر مدرسہ کمیٹی، جناب الحاج محمد علی صاحب، جنرل سیکریٹری مدرسہ کمیٹی، مولانا نظام الدین رضوی صاحب استاذ مدرسۂ ہذا و سیکریٹری اعلیٰ حضرت فاؤنڈیشن (چٹاگانگ) اور مولانا اسماعیل رضوی صاحب اور دیگر اساتذۂ کرام اور طلباء نے ہمارا نعروں سے استقبال کیا۔ اتنی شدید بارش کے باوجود کثیر تعداد میں اساتذۂ کرام اور طلباء موجود تھے۔

اس استقبالیہ میں علامہ مفتی عبید الحق نعیمی صاحب مدظلہٗ العالی نے خطاب فرمایا۔ مدرسۂ طیبیہ اسلامیہ کی وجہ تأسیس اور اس کی خدمات پر روشنی ڈالی، شیخ المشائخ علامہ حافظ قاری سید احمد شاہ سریکوٹی علیہ الرحمۃ اور ان کے فرزند ارجمند، خلیفہ اور جانشین حضرت غوث زمان سید محمد طیب شاہ علیہ الرحمۃ کی علوم اسلامیہ اور مسلکِ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی ترویج و اشاعت کے سلسلہ میں خدماتِ جلیلہ کا ذکر کیا۔ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل کی خدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے اس ناچیز راقم سے حسنِ ظن رکھتے ہوئے کلماتِ تحسین کہے۔ جواب میں فقیر نے ادارہ کی مختصر تاریخ، ملکی اور بین الاقوامی سطح پر رضویات پر تصنیفی اور تحقیقی پیش رفت بیان کرتے ہوئے واضح طور پر یہ بات کہی کہ ادارہ کے تمام کارناموں کا کریڈٹ اس شخصیت کو جاتا ہے جس نے اس تناور درخت کا پودا لگایا تھا، یعنی ادارہ کے بانی اور صدر اول مولانا سید ریاست علی قادری رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ کہ جنہوں نے شب و روز ایک کر کے اس کی آبیاری اور دیکھ بھال کر کے اس کو عالمی سطح کا تحقیقی ادارہ بنا دیا اور یہ کہ ادارے کے سرپرستان خصوصاً سرپرست اعلیٰ قبلہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہٗ کی ذات تعریف و توصیف کی مستحق ہے کہ جنہوں نے تصنیفی اور تحقیقی میدان میں ہمیشہ مفید تجاویز اور مشوروں سے ہماری رہنمائی کا فریضہ انجام دیا۔ البتہ بحیثیت ایک ٹیم کے کپتان کے یہ فقیر اپنی ٹیم کے تمام ساتھیوں خصوصاً جنرل سیکریٹری پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب، فنانس سیکریٹری جناب منظور حسین جیلانی صاحب، برادرِ طریقت اور ادارہ کے رابطہ سیکریٹری حاجی عبد اللطیف قادری صاحب حفظہم اللہ الباری کا ممنون ہے کہ ان کے مفید مشوروں اور پشت پناہی کی وجہ سے اس کاروان کو کامیابی کے ساتھ آگے بڑھانے اور ترقی کی منازل طے کرانے میں آسانیاں فراہم ہو رہی ہیں۔

راقم نے حضرت شیخ المشائخ سریکوٹی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خانوادے کوخراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ ان حضراتِ قدس نے پاکستان کے قیام سے لے کر آج تک سرزمین بنگال میں علمِ دین کی ترویج واشاعت اور مسلکِ حقہ مذہبِ مہذب اہلسنّت و جماعت اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کی فکر و مشن کے ابلاغ کا جو اہتمام فرمایا ہے وہ الحمدللہ روز افزوں ہے جس کی بدولت چٹاگانگ سے لے کر دیناجپور تک اور کھلنا سے لے کر سلہٹ تک مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام کے جھنڈے لہرا رہے ہیں اور ہر طرف علم نافع کے چراغ جل رہے ہیں۔ یہ حضرات گرامی ہمارے محسن ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ ہم ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے مشن فروغِ علمِ نافع اور ابلاغِ تعلیمِ حُبِ رسول ﷺ کو گھر گھر پہنچائیں۔ یہ بنگال دیش فقیر کا بھی دیس ہے۔ اس لئے کہ فقیر نے اپنی ابتدائی زندگی کے بہترین ۱۷ سال (۱۹۴۷ء تا ۱۹۶۳ء) آپ ہی لوگوں کے درمیان ''سونار بنگال'' میں گذارے ہیں۔ آج ۴۰ سال بعد اس ناچیز کو آپ اہلِ محبت بھائیوں میں پا کر بہت مسرت محسوس ہو رہی ہے، اپنائیت کا شدید احساس زبان کو گنگ کئے دے رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو ہمیشہ یک جان دو قالب بنائے رکھے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین ﷺ

مترجم کنز الایمان (بنگالی) حضرت عبد المنان صاحب دامت برکاتہم اور مدرسہ کے پرنسپل حضرت علامہ مولانا بدیع العالم رضوی زید مجدہٗ نے بھی خطاب فرمایا، مدرسہ ہذا کی کارکردگی پر روشنی ڈالی، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کی حسنِ کارکردگی کے بارے میں کلماتِ تحسین اور فقیر کی ناچیز خدمات کے متعلق اپنے قوی حسنِ ظن کا اظہار فرمایا۔ محبی و عزیزی مولانا نظام الدین رضوی استاذ مدرسۂ ہذا نے ''ہدیۂ تشکر و خراجِ تحسین'' کے عنوان سے لکھا ہوا فریم شدہ خطبۂ استقبالیہ پڑھا۔ بڑی خوبی کی بات یہ تھی کہ اس مجلسِ استقبالیہ میں تمام خطابات اردو زبان میں تھے اور صاف و شستہ زبان میں، سب سے زیادہ فصیح و بلیغ اور رواں تقریر حضرت مفتی عبید الحق نعیمی صاحب مدظلہ العالی کی تھی۔ آخر میں الحاج محمد علی صاحب زید مجدہ سیکریٹری مدرسہ کمیٹی نے انگریزی میں فقیر کی سپاس گذاری اور دیگر حاضرین کے شکریہ کے لئے کلمات ادا کئے۔ صلوٰۃ وسلام اور دعا پر اختتام ہوا۔ بعدہٗ مدرسہ کا معائنہ کرایا گیا۔ چائے ناشتہ پیش کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ اس دارالعلوم کو تاصبح قیامت پھلتا پھولتا رکھے، علومِ مصطفوی اور عشقِ رسول ﷺ کی روشنی چاردانگ عالم میں یہاں سے پھیلتی رہے کاش کہ کارپردازانِ انجمنِ رحمانیہ سرکاری نصاب کے ساتھ ساتھ درسِ نظامی کا نصاب بھی پڑھانے کا انتظام فرمائیں۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

یہاں سے فراغت کے بعد ہم لوگ حضرت قبلہ مفتی امین الاسلام ہاشمی صاحب کے دردولت ہاشمی پاڑی واپس آئے۔ یہاں سے خاتون گنج کے ایک تاجر (پروپرائیٹر سید فوڈ انڈسٹریز پرائیوٹ لمیٹڈ) اور حضرت مفتی صاحب قبلہ کے معتقد جناب عبد الوحید میمن صاحب (جن کا تعلق ہندوستان کے ضلع گجرات سے ہے) ہمیں اپنے ساتھ جناب نور محمد میمن صاحب مالک خان جہان ٹریڈنگ کمپنی و سابق صدر چٹاگانگ چیمبر آف کامرس کے چچا جناب عبد الرزاق مرحوم کو تعزیت کے لئے ان کے دفتر خاتون گنج لے گئے۔ یہاں ایصال ثواب کے بعد جناب عبد الوحید میمن صاحب کے دفتر گئے۔ انہوں نے مشروب وغیرہ سے ضیافت کی، یہاں ہماری ملاقات حلقۂ خاتون گنج کے دعوت اسلامی کے امیر مولانا ایوب غنی صاحب سے ہوئی۔ ان کا تعلق بھی میمن برادری سے ہے۔ چٹاگانگ اور ڈھاکہ میں میمن برادری کے خاصے افراد ہول سیل کی تجارت سے وابستہ ہیں۔ بعض کے رشتہ دار پاکستان میں بھی ہیں لیکن زیادہ تر کے رشتہ دار اور خود ان کا تعلق ہندوستان سے ہے۔ یوں تو جس طرح علامہ اقبال کے مردِ مومن کا قول ہے اور سچ ہے کہ:

مسلم ہیں ہم، وطن ہے سارا جہاں ہمارا

اسی طرح میمن بھائی یہ نعرہ لگانے میں کلیۃً حق بجانب ہیں کہ:

دنیا ہے یہ اِک کوچۂ بازار مِرے آگے

کیونکہ دنیا کے کسی ملک کے کوچۂ بازار میں چلے جائیں وہاں آپ کو میمن برادری کے حضرات کوئی نہ کوئی ہول سیل، رٹیل، یا صنعت وحرفت کا کام کرتے نظر آئیں گے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان حضرات کی فطرت میں وہ صلاحیت ودیعت فرمائی ہے کہ دنیا کے جس خطہ میں بھی وہ جاتے ہیں، ایک کامیاب بزنس مینیجر کی حیثیت سے ان کا خیر مقدم کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے اسی فضل وکرم کا مظہر بن کر اس قوم کے بہتیرے افراد آپ کو خطۂ ارضی کی ہر مارکیٹ میں مرزا غالبؔ کا ایک مصرعہ تصرف کے ساتھ گنگناتے ہوئے نظر آئیں گے:

بازیچۂ اطفال ہے سودا[1] مِرے آگے

بلاشبہ میمن برادری کی بزنس مینجمنٹ کی صلاحیتوں نے مملکتِ خداداد پاکستان کی معیشت کو اس کے ابتدائی برسوں میں جو سہارا اور استحکام بخشا ہے، وہ پاکستان کی معیشت پر ایک بڑا احسان ہے، اس میں ان کی بڑی قربانیاں شامل ہیں۔

مولانا ایوب غنی صاحب نے خاتون گنج کی معروف مسجد، جامع مسجد حمید اللہ خان میں بعد نماز ظہر ایک نشست رکھی تھی اور فقیر کو خطاب کی دعوت تھی۔ ہم عصر تک وہاں پہنچ سکے۔ محبی وعزیزی علامہ ڈاکٹر سید ارشاد بخاری زید مجدہٗ نے پُر زور الفاظ میں فقیر کا تعارف کرایا۔ فقیر کی تقریر کا عنوان تھا: "اسلام میں دعوت وتبلیغ کی اہمیت"۔ عصر کے بعد پروگرام شروع ہوا۔ فقیر نے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے ارشادات کے حوالے سے تبلیغ و دعوت کی اہمیت اور طریقۂ کار پر روشنی ڈالی، ایک مبلّغ کی دیگر خصوصیات، خوش خلقی، نرمی، متانت، بردباری، تحمل۔ کے علاوہ اس بات پر خاص زور دیا کہ "الدعوۃ والتبلیغ والارشاد" کے منصب کا اہل، ایک باصلاحیت اور تربیت یافتہ عالمِ دین ہی ہوسکتا ہے۔ اس لئے مبلغ کی تربیت صرف ان لوگوں کو دی جائے جو حصولِ علمِ دین سے فراغت حاصل کر چکے ہوں اور اگر ایسا نہ کیا گیا اور نا اہل لوگوں کو اس مسند پر لا کھڑا کیا گیا تو بقول اعلیٰ حضرت نہ صرف مبلغ گناہگار ہوگا بلکہ اس کو مسندِ تبلیغ وارشاد پر بٹھانے والے بھی اتنے ہی گناہگار ہوں گے اور معاشرے پر اس کے منفی اور مضر اثرات مرتب ہوں گے۔ فقیر نے اس بات کو سراہا کہ الحمد للہ پاکستان میں گذشتہ چند برسوں میں دعوت اسلامی کی قیادت نے اس منصب کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے درسِ نظامی کے تحت اپنے مبلغ نوجوانوں کو معیاری مدارس اور جامعات میں حصول تعلیم کی ترغیب دی بلکہ خود بھی سینکڑوں کی تعداد میں مدارس اور دار العلوم قائم کر کے فاضل اساتذۂ کرام کی خدمات حاصل کرلیں اور اب گزشتہ دس برسوں کے اندر کافی تبدیلی اور ترقی ہوئی ہے جس سے تبلیغ وارشاد کا مرحلہ زیادہ بامقصد اور اور نتیجہ خیز ہوگیا ہے۔ دوسری بات فقیر نے زور دے کر یہ کہی کہ ان سب کے باوجود بھی دعوت وتبلیغ کی خدمات انجام دینے والی کوئی بھی جماعت اپنے دور کے جیّد علماء، فقہاء، محدثین ومحققین تراثِ اسلامی کی مشاورت سے مستغنی نہیں رہ سکتی۔ بہر حال ان سے رابطے، مشاورت اور دعوت وتبلیغ کے کاموں میں ان کی شرکت، دعوت وتبلیغ کے مشن کو بامقصد، پُر تاثیر اور نتیجہ خیز بنانے کے لئے ضروری ہیں اور یہ رابطے مذاکرات اور محاضرے کی صورت میں بھی جاری رہنے چاہئے۔ ایسی صورت میں عامۃ المسلمین کا بھی فرض بنتا ہے کہ ان خصوصیات کی حامل جماعت کا ساتھ دیں اور ان کے تبلیغی پروگرام میں پابندی سے شرکت کریں۔ فقیر کے ان افکار کو وہاں پر موجود احباب خصوصاً نوجوانوں نے بہت سراہا۔ الحمد للہ علی احسانہ وباللہ التوفیق۔ نماز مغرب تک مسجد کھچا کھچ بھر چکی تھی، نماز مغرب کی امامت کے لئے اس گناہگار سے اصرار کیا گیا۔ بعد نماز صلوٰۃ وسلام اور دعا ہوئی۔

یہاں سے ہم پھر بھائی عبد الوحید میمن صاحب کے ساتھ واپس ہوئے۔ ایک جگہ مولانا ایوب غنی صاحب نے عصرانے کا اہتمام کیا ہوا تھا وہاں سے فارغ ہو کر ہم چٹا گانگ کی مشہور درگاہ حضرت شاہ امانت رحمۃ اللہ کے مزار شریف پر حاضر ہوئے، فقیر نے تصور میں چالیس سال پہلے کا منظر دیکھا۔ ایک اونچے ٹیلے پر یہ مزار شریف واقع تھا۔ اب چاروں طرف گھنی آبادی

---

[1] خرید وفروخت

اور بازار ہوگیا ہے۔ ہماری کار اندر تنگ گلی سے ہوکر احاطۂ مزار میں داخل ہوگئی۔ مولانا شاہد الرحمٰن صاحب زید مجدہٗ نے خبردار کیا کہ یہاں مزار پر فقیر اور مجاور بہت ہیں آپ کسی کو کچھ نہ دیجئے گا ورنہ سب لپٹ جائیں گے۔ فقیر نے عرض کی کہ الحمدللہ احقر کو پاک و ہند کے بڑے بڑے آستانوں پر حاضری کا شرف ملتا رہتا ہے، تمام آداب، رسومات اور ''احتیاطِ ہجومات'' سے واقفیت ہے۔ اس ضمن میں راقم نے انہیں حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ (دہلی) کی بارگاہ میں حاضری کا واقعہ سنایا کہ سن ۲۰۰۱ء میں جب بریلی شریف عرسِ رضوی اور جشنِ صد سالہ منظر اسلام میں حاضری کے بعد بریلی شریف سے دہلی پہنچا تو حسبِ معمول پہلی حاضری وہاں دی، کئی مجاور صاحبزدگان فقیر کی طرف لپکے۔ ریسرچ اسکالر پروفیسر مجیب احمد صاحب (راولپنڈی، پاکستان) بھی ساتھ تھے۔ ان صاحبزدگان میں سے ایک نے فرمایا کہ آیئے آپ کو زیارت کروادیں اور ایک بڑا سا رجسٹر نکالا، کہا آپ شاید پاکستان سے آئے ہیں، آپ کے والد صاحب کا کیا نام تھا؟ اچھا دادا صاحب کا ہی نام بتادیں، کہاں کے رہنے والے تھے؟ میرے رجسٹر میں ضرور ان کا نام پتا ہوگا۔ اتنے پیسے پھولوں اور نذر کے عطا کردیں، چادریں بھی مل جائیں گی، فاتحہ بھی دیدی جائے گی وغیرہ وغیرہ۔ فقیر نے کہا: ''اس ناچیز کا تعلق بھی سلسلۂ قادریہ کے بزرگوں سے ہے، یہ احقر بھی صاحبِ سجادہ ہے، آپ فکر نہ کریں، ہم حاضری بھی دیدیں گے اور فاتحہ بھی پڑھ لیں گے، تو وہ لوگ اس قدر ناراض ہوئے کہ لڑنے بھڑنے پر تل گئے۔ وہ تو خیر ہوئی کہ حضرت مولانا سید نظام الدین نظامی صاحب (امام و خطیب خلجی مسجد، نظام الدین اولیاء) حجرے سے تشریف لے آئے۔ فقیر سے ان کی پرانی یاداللہ ہے۔ انہوں نے ان کو ڈانٹ کر علیحدہ کیا۔ مولانا شاہد الرحمٰن صاحب چونکہ خود حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضری دے چکے ہیں، وہاں کے حالات سے واقف ہیں، بہت محظوظ ہوئے۔

یہاں حضرت شاہ امانت علیہ الرحمۃ کے مزار کی چوکھٹ پر برآمدے میں کچھ لوگ بیٹھے تھے جو زائرین کرام سے پھول، ہار، بتاشہ اور نذرانے وغیرہ وصول کررہے تھے۔ (بنگلہ دیش میں مزرات وزارت اوقاف کے تحت نہیں ہیں، لہذا سجادگان اور مجاورین کا براہِ راست عمل دخل ہے)۔ ان میں سے ایک صاحب فقیر کی طرف لپکے، یہ باشرع آدمی تھے۔ راقم کی ٹوپی اور شیروانی دیکھ کر فرمایا آپ پاکستان سے تشریف لائے ہیں؟ فقیر نے جواب دیا ''جی ہاں''۔ پھر پوچھا ''کراچی سے؟'' جواب دیا: ''جی۔'' انہوں نے اردو میں اپنا تعارف کرایا کہ میرا نام شاہزادہ الحاج محمد فوز علی خاں ہے، جُثّہ و بُشرہ سے پٹھان لگ رہے تھے، اپنا وزیٹنگ کارڈ بھی دیا اور کہا میں یہاں کا متولّی ہوں، صاحبِ مزار علیہ الرحمۃ کا سجادہ اور اولاد ہوں، پشاور اور کراچی میں تعلیم حاصل کی ہے، ۱۹۶۴ء میں تعلیم مکمل کر کے چٹا گانگ آگئے تھے۔ مولانا شاہد الرحمٰن صاحب نے علیحدگی میں بتایا کہ ان کا سجادگی کا معاملہ تحقیق طلب ہے۔ حضرت شاہ امانت علیہ الرحمۃ کے نام کے آگے پہلے خان نہیں لگا ہوا تھا، اب ان لوگوں نے لکھنا شروع کردیا ہے۔ شاہزادہ فوز علی خاں صاحب نے عرس شریف کا ایک پمفلٹ بھی دیا جس کے ایک طرف بنگلہ دوسری طرف اردو میں عرس شریف کا پروگرام لکھا ہوا تھا۔ عرس شریف کی تاریخ ۳۰/ ذی قعدہ ۱۴۲۴ھ/ ۲۳/ جنوری ۲۰۰۴ء لکھی تھی۔ فقیر کو سعی بسیار کے باوجود حضرت شاہ امانت علیہ الرحمۃ کی تاریخِ ولادت و وصال نہ مل سکی۔ نہ یہ پتا چل سکا کہ آپ کے آباؤ اجداد کا تعلق کہاں سے تھا۔ حضرت مفتی عبید الحق نعیمی صاحب نے ''تذکرہ اولیائے بنگال'' نامی کتاب کے چند اوراق کے فوٹو اسٹیٹ چلتے وقت دیئے تھے، اس میں شاہ امانت علیہ الرحمۃ کے جو واقعات ذکر درج ہیں وہ قارئین کرام کی نذر ہیں۔ اس پر مستزاد یہ کہ قبلہ مفتی نعیمی صاحب کے پاس بھی یہی چند اوراق تھے اور جستجوئے بسیار کے باوجود مکمل اصل کتاب اب تک دریافت نہ ہوسکی۔

معارف کتب

کتبِ نو

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل کی سورجوبلی کے موقع پر شائع ہونے والی کتب

نمبر شمار	نام کتب	مصنف	صفحات	قیمت
1	كشف العلة عن سمت القبلة (قبلہ نما)	امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی۔	238	120/-
2	نزولِ آیاتِ فرقان بسکون زمین و آسمان و معین مبین بہر دورِ شمس و سکونِ زمین	امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی۔	104	60/-
3	مولانا نقی علی خاں۔ حیات و علمی کارنامے	(پی. ایچ. ڈی. مقالہ) ڈاکٹر محمد حسن قادری	225	120/-
4	مکتوباتِ مسعودی	پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد	598	400/-
5	تذکرۂ اراکین ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا	پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	184	80/-
6	۲۵ سالہ تاریخ و کارکردگی ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا	پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	160	70/-
7	مختصر تعارف، مطبوعات و کارکردگی	پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	56	25/-
8	خلفائے محدث بریلوی	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	156	75/-
9	اردو نعت گوئی اور فاضل بریلوی	ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی (زیرِ طبع)		
10	امام احمد رضا کی انشاء پردازی	ڈاکٹر غلام غوث قادری (زیرِ طبع)		
11	مولانا احمد رضا خاں کی عربی زبان و ادب کی خدمات	ڈاکٹر محمود حسین بریلوی (زیرِ طبع)		
12	حضرت رضا بریلوی بحیثیت شاعرِ نعت	ڈاکٹر محمد امام الدین جوہر شفیع آبادی (زیرِ طبع)		
13	حسام الحرمین کے سو (۱۰۰) سال	الطاف حسین سعیدی (زیرِ طبع)		
14	معارفِ رضا۔ اردو سالنامہ ۲۰۰۵ء	مجلسِ ادارت۔ معارفِ رضا	375	250/-
15	مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس 2005ء	مجلسِ ادارت۔ معارفِ رضا	75	50/-
16	القاديانية (عربی)	امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی	118	120/-
17	محمد ﷺ خاتم النبيين (عربی)	امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی	156	200/-
18	الزبدة الزكية في تحريم سجود التحية (عربی)	امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی	160	88/-
19	الامام احمد رضا خان واثره فى الفقه الحنفى (عربی)	مولانا مشتاق احمد شاہ الازہری (ایم.فل مقالہ، جامعہ ازہر)	396	400
20	الشيخ أحمد رضا خان البريلوى و شئ من حياته وافكاره (عربی)	الدکتور محمد مسعود احمد ترجمہ: محمد عارف اللہ المصباحی	128	60/-
21	معارف رضا۔ عربی سالنامہ	(زیرِ طبع)		
22	A Fair Success refuting Motion of Earth (فوزِ مبین۔ انگریزی)	امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی۔ (زیرِ طبع)		
23	Hussam-ul-Haramain (English)	امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی۔	156	115/-
24	Sceintific Work of Imam Ahmad Raza	ڈاکٹر محمد مالک	222	125/-
25	Ma'arif-e-Raza (Eng. Edition)	Editorial Board	111	80/-
26	امام احمد رضا ۽ سنڌ جا عالم (سندھی)	پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	80	50/-

دینی، تحقیقی وملّی خبریں

☆امام احمد رضا علیہ الرحمہ پر پی.ایچ۔ڈی کی ۳۱/ویں رجسٹریشن ☆عرسِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ دہلی میں

۳۱/ویں پی.ایچ.ڈی رجسٹریشن:

رضویات سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے ایک اہم خبر یہ ہے کہ بنارس ہندو یونیورسٹی، وارانسی (انڈیا) میں ریسرچ اسکالر آنسہ شبنم خاتون کا پی.ایچ.ڈی کا عنوان ''امام احمد رضا بریلوی کی عربی خدمات'' کا رجسٹریشن ہوگیا ہے اور ان کا رجسٹریشن نمبر 13202 مورخہ ۲۹/مارچ ۲۰۰۵ء ہے۔ ان کے مقالہ کا نگران کا نام پروفیسر ایچ اے خاں ہے۔ واضح ہو کہ آنسہ شبنم خاتون صاحبہ نے حال ہی میں امام احمد رضا سلور جوبلی انٹرنیشنل کانفرنس منعقدہ ۹، ۱۰/اپریل میں بحیثیت مقالہ نگار شرکت کی تھی۔

عرسِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ دہلی میں

(رپورٹ: ایم اے خاں رضوی) عرسِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ دہلی میں ۲۶/صفر ۱۴۲۶ھ بمطابق ۷/اپریل ۲۰۰۵ء بروز جمعرات بعد نماز عشاء راجیو گاندھی اسٹیڈیم بدر پور نئی دہلی میں زیر سرپرستی وصدارت حضرت اقدس پیر طریقت مولانا حافظ وقاری حکیم ڈاکٹر الحاج قاضی اہلسنّت دہلی ومفتی اعظم محمد میاں صاحب ثمر دہلوی مدظلہ العالی نقشبندی مجددی قادری چشتی واشرفی سجادہ نشین خانقاہِ مسعودیہ مظہریہ ودرگاہِ مظہریہ اندرون مسجد فتحپوری دہلی منعقد ہوا جس میں ہندوستان کے مشہور علمائے اہلسنّت اور شعرائے کرام نے شرکت فرمائی۔ حضرت مولانا مختار احمد صاحب بہیڑوی، حضرت مولانا محمد حسین صاحب صدیقی ابو الحقانی بہار، مولانا ذاکر حسین صاحب رضوی گیاوی وغیرہم نے خطاب فرمایا۔ شب کے آخری حصہ میں نبیرۂ اعلیٰ حضرت جناب الحاج منانی میاں صاحب بھی زینتِ اسٹیج ہوئے۔ مولانا افتخار حسین صاحب رضوی بانی اعلیٰ حضرت یوتھ بریگیڈ دہلی نے مسئلہ رویئت ہلال کے متعلق احکامِ شریعت سے مسلمانوں کی ناواقفیت اور بے حسی پر ایک تنقیدی مگر پرجوش اور بیدار کن خطاب کیا جس میں یہ بھی واضح کیا کہ دہلی میں چاند کے فیصلے شرعی طور پر صرف قاضیِ اہلسنّت دہلی، حضرت علامہ مفتی اعظم محمد میاں صاحب ثمر دہلوی صدر سنی مرکزی کمیٹی رویئت ہلال مسجد فتحپوری دہلی کے ہی ہوتے ہیں اور یہی دہلی کی سب سے قدیم اور اہلسنّت کی معتمد کمیٹی ہے۔ آخر میں حضرت ممدوح کا نصیحت آمیز خطاب نایاب نصیب سامعین ہوا، حضرت ممدوح نے عرسِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اہلسنّت کا ایک تاریخی قدم قرار دیا اور ان کی تصنیفات اور تالیفات اور ان سے متعلق علمی مواد پر مشتمل ایک جامع لائبریری اور بالغین کے لئے گھر بیٹھے مفت قرآنی تعلیم کی سہولت فراہم کرنے کے لئے فاضل گرامی قدر جناب طارق انور صاحب علیگ کے پیش کردہ منصوبے کو نہ صرف یہ کہ پسند فرمایا بلکہ اس کو عملی جامہ پہنانے پر زور دیا اور جو کمیاں اور خامیاں اس پہلے عرس میں رہ گئی ہیں آنے والے سالوں میں پورا کرنے کی تلقین عطا فرمائی۔ حضرت نے مزید فرمایا اگر چہ ۱۴۲۰ھ سے (حضرت ہی کی زیر سرپرستی وصدارت) انجمن اہلسنّت فلاح دارین مسجد شیخان باڑہ ہندو راؤ میں اعلیٰ حضرت ودیگر مقتدر و بزرگانِ دین رحمہم اللہ کا مجموعی عرس ماہ صفر کی ۲۸/تاریخ کو منعقد کرتی چلی آرہی ہے لیکن اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی مسلکی وعلمی خدمات سے اعلیٰ پیمانہ پر مسلمانوں کو متعارف ومستفید کرانے کے لئے ایک وسیع اجتماع کی ضرورت ہے جو اس عرس کے ذریعہ انشاء اللہ المستعان پوری ہوتی رہے گی۔ اس عرس کی تحریک بھی فاضل موصوف نے پیش کی تھی جسے حضرت نے بہت پسند فرمایا۔ ہر ممکن تعاون کا وعدہ فرمایا اور اسے پورا بھی فرمایا۔ آخر میں صلوۃ وسلام اور حضرت ممدوح کی دعا پر اختتام ہوا۔ اگر چہ پہلی بار اس منصوبے کو عملی جامہ پہنانے میں وقت کی تنگ دامانی اور وسائل وذرائع کی قلت حائل رہی لیکن مخلص معاونین خصوصاً حضرت قاضیِ اہلسنّت ومفتی اعظم دہلی زید کرمہٗ کے گرانقدر تعاون نے اراکینِ تعمیر ملت سوسائٹی نئی دہلی کی مکمل حوصلہ افزائی فرمائی اور اتنی عجلت اور روا روی میں منعقد کئے گئے اس پہلے عرس میں بھی پورا اسٹیڈیم بفضلہ تعالیٰ بھرا ہوا تھا۔

دور و نزدیک سے---

از جانب: **پیرزادہ اقبال احمد فاروقی** (مرکزی مجلس رضا، لاہور)

آپ کا کرم نامہ مورخہ ۸؍مئی تشریف لایا۔ اس سے دو روز قبل ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کی سلور جوبلی کی مطبوعات کا ایک پارسل ملا، جس کے لئے تہہِ دل سے ممنون ہوں۔

آپ نے ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کی پچیس سالہ تقریبِ سعید کو نہایت شاندار طریقہ سے منعقد کیا پھر اس سلسلہ میں آپ نے آپ کے احباب نے شبانہ روز محنت کر کے جو علمی جواہر پارے مرتب کئے وہ دنیائے رضویت میں ایک مثال ہیں۔ بعض نایاب کتابیں سامنے آئیں، بعض عمدہ تحریریں جمع ہوئیں، بعض علمی شاہپارے زیورِ طباعت سے آراستہ ہوئے اور یوں آپ نے خیابانِ رضویت کو گلہائے رنگا رنگ سے سجا کر اہلِ ذوق کو دعوتِ مطالعہ دی۔ دوسرے اہلِ قلم کے علاوہ آپ نے اپنے ذاتی قلم سے بہت کام کیا جس پر آپ کی خدمت میں جس قدر ہدیۂ تحسین و دادِ آفریں دی جائے، کم ہے۔

مجھے افسوس ہے کہ میں اپنی ناتوانی کی وجہ سے آپ کے اس کام میں حصہ نہیں لے سکا ورنہ اس قافلۂ علم و قلم میں شرکت کرنا بڑا اعزاز جانتا ہوں اور آپ کے رفقاء کے ساتھ چلنا باعثِ صد افتخار ہوتا۔

آپ تقریبات سے فارغ ہوکر ہندوستان کے سفر پر چلے گئے، یہ آپ کی متحرک اور مستعد زندگی کی علامت ہے۔ پھر آپ نے ممبئی، رائے پور، سنبھل پور، کلکتہ، بنارس کے علمائے کرام سے ملاقاتیں کر کے ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کی علمی خدمات سے آگاہ کیا۔ یہ بھی آپ کی سلور جوبلی کا ایک اہم حصہ ہے۔ ماشاء اللہ۔

آپ نے اس شمعِ رضویت کو آفتاب و ماہتاب کی روشنیوں سے درخشاں کردیا۔ خود لکھا، احباب کو دعوتِ تحریر دی، نادر و نایاب تحریروں کو زندہ کیا، پھر ان کی اشاعت پر زرِ کثیر خرچ کر کے ایک کارنامہ سرانجام دیا اور

؎ من از سرِ نو جلوہ دھم دار و رسن را

کا نعرہ بلند کیا، میں ان تمام امور کو خوش اسلوبی سے سرانجام دینے پر آپ کو ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں، آپ کے احباب کو ہدیۂ تحسین پیش کرتا ہوں اور اللہ کی بارگاہ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو زندہ پائندہ رکھے۔

آپ کی ان کوششوں کے اثرات دیرپا ہوں گے اور دور رس بھی۔

؎ الٰہی بخت تو بیدار باد

از جانب: **محمد عطاء الرحمٰن قادری رضوی غفرلہٗ** (لاہور)

سلور جوبلی شمارہ معارفِ رضا پچھلے تمام سالناموں سے زیادہ ضخامت لئے ہوئے ہے اور نہایت مفید مضامین پر مشتمل ہے۔ "کشف العلۃ عن سمت القبلۃ" کی اشاعت پر آپ خصوصی خراجِ تحسین کے مستحق ہیں۔ "Scientific Work of Imam Ahmad Raza" بھی مفید اور معلوماتی کتاب ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کا تمام سائنسی کام ایک جلد میں جمع ہوجائے۔ یہ کام کوئی ماہر ادیب اور منجھا ہوا سائنسدان ہی کرسکتا ہے۔

حسام الحرمین کا انگریزی ترجمہ اور اس کے ساتھ ساتھ مقرظین کے حالات بھی خوب ہیں۔ اس کاوش سے قارئین کو یہ علم ہوگا کہ حسام الحرمین کی تائید کرنے والے کتنے جید علماء تھے اور انگریزی میں یہ علمی خزانہ منتقل ہونے سے اس کا فیض عالمگیر ہوگیا ہے۔

ماشاء اللہ آپ نے انتھک محنت کی جس کے نتیجے میں امام احمد رضا کانفرنس بھرپور کامیابیوں سے ہمکنار ہوئی۔ مولائے کریم سے دعا ہے کہ ترقیوں کا یہ سفر تاصبحِ قیامت جاری رہے۔ آمین۔

امام احمد رضا انٹرنیشنل سلور جوبلی کانفرنس کی اہم خصوصیات

(الف) امام احمد رضا پی. ایچ. ڈی گولڈ میڈل ایوارڈ یافتہ حضرات:

۱۔ جناب ڈاکٹر مولانا غلام مصطفیٰ نجم القادری صاحب (میسور یونیورسٹی، انڈیا)
۲۔ ڈاکٹر آنسہ تنظیم الفردوس صاحبہ (جامعہ کراچی، پاکستان)
۳۔ جناب ڈاکٹر رضاء الرحمٰن عاکف سنبھلی صاحب (روہیل کھنڈ یونیورسٹی، بریلی، انڈیا)
۴۔ جناب ڈاکٹر مولانا امجد رضا قادری صاحب (ویر کنور سنگھ یونیورسٹی، آرہ، انڈیا)
۵۔ جناب ڈاکٹر مولانا غلام غوث قادری صاحب (رانچی یونیورسٹی، بہار، انڈیا)
۶۔ جناب ڈاکٹر سید شاہد علی نورانی صاحب (جامعہ پنجاب، لاہور)
۷۔ جناب ڈاکٹر امام الدین جوہر شفیع آبادی صاحب (بہار یونیورسٹی، مظفر پور، انڈیا)
۸۔ جناب ڈاکٹر غلام جابر مصباحی صاحب (بہار یونیورسٹی، بہار، انڈیا)

(ب) امام احمد رضا ایم. فل سلور میڈل ایوارڈ یافتہ حضرات:

۱۔ مولانا ظفر اقبال جلالی (اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد)

(ج) پی. ایچ. ڈی مقالہ نگار کے نگران اساتذہ (مدعوین):

۱۔ پروفیسر رفعت جمال صاحبہ (صدر شعبۂ اردو۔ بنارس ہندو یونیورسٹی، انڈیا)
۲۔ جناب ڈاکٹر فرمان فتح پوری صاحب (سابق صدر شعبۂ اردو۔ جامعہ کراچی، پاکستان)
۴۔ جناب پروفیسر ڈاکٹر طلحہ برق رضوی صاحب (سابق صدر شعبۂ اردو۔ ویر کنور سنگھ یونیورسٹی، آرہ، بہار)
۵۔ جناب ڈاکٹر ظہور احمد اظہر صاحب (سابق ڈین۔ جامعہ پنجاب، لاہور)
۶۔ جناب ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی صاحب (صدر شعبۂ اردو۔ بہار یونیورسٹی، مظفر پور، انڈیا)

(د) بیرونِ ملک سے مدعوین محققین:

۱۔ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی صاحب (بریلی شریف، انڈیا)
۲۔ جناب مولانا محمد حنیف خان رضوی بریلوی صاحب (بریلی شریف، انڈیا)
۳۔ جناب مفتی ڈاکٹر محمد مکرم احمد صاحب (دہلی، انڈیا)
۴۔ جناب دکتور عبدالفتاح البزم صاحب (مفتی اعظم دمشق، شام)
۵۔ جناب دکتور عدنان درویش صاحب (استاذ جامعہ معہد الاسلامی، دمشق)
۶۔ مولانا فوزی فاضل الزفزاف صاحب (جامعہ ازہر، قاہرہ، مصر)
۷۔ فضیلۃ الاستاذ الدکتور علی جمعۃ صاحب (مفتی جمہوریہ مصر العربیہ، القاہرہ، مصر)
۸۔ الدکتور السید حازم محمد احمد عبدالرحیم صاحب (جامعہ الازہر شریف، القاہری، مصر)
۹۔ السید الاستاذ علی محمد عبدالحلیم صاحب (ٹیلیویژن مصری، القاہرہ)
۱۰۔ ڈاکٹر محمود حسین بریلوی صاحب (بریلی شریف، انڈیا)
۱۱۔ جناب علامہ عبدالمنان صاحب۔ مترجم کنز الایمان، بنگالی (چٹاگانگ، بنگلہ دیش)
۱۲۔ جناب پروفیسر ڈاکٹر عبدالودود صاحب (انٹرنیشنل یونیورسٹی، کشٹیا، بنگلہ دیش)
۱۳۔ محترمہ آنسہ شبنم خاتون (ریسرچ اسکالر، بنارس ہندو یونیورسٹی، انڈیا)
۱۴۔ جناب سید قیصر وارثی صاحب (دار العلوم غوثیہ وارثیہ لکھنؤ)

(ہ) پاکستانی مدعوین محققین:

۱۔ جناب پروفیسر سلیم اللہ جندراں صاحب (منڈی بہاؤالدین، پنجاب)
۲۔ جناب علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب (لاہور)
۳۔ جناب مولانا حافظ عطاء الرحمٰن صاحب (ریسرچ اسکالر، لاہور)
۴۔ جناب مولانا مفتی عبدالغفار حلیمی صاحب۔ مترجم بروہی کنز الایمان (بلوچستان)
۵۔ جناب مولانا مفتی محمد رحیم سکندری صاحب۔ مترجم سندھی کنز الایمان (سندھ)
۶۔ جناب مولانا ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازہری صاحب (لاہور)
۷۔ جناب مولانا مشتاق شاہ الازہری صاحب (سرگودھا)
۸۔ جناب ڈاکٹر محمد مالک صاحب (ڈیرہ اسماعیل خاں، سرحد)
۹۔ جناب صاحبزادہ اقبال احمد فاروقی صاحب (مرکزی مجلسِ رضا، لاہور)
۱۰۔ پروفیسر مجیب احمد صاحب (ریسرچ اسکالر، جامعہ پنجاب، لاہور)
۱۱۔ جناب منشاء تابش قصوری صاحب (استاذ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)
۱۲۔ جناب مولانا عبدالمصطفیٰ صاحب (مہتمم جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

پیغام رضا امتِ مسلمہ کے نام!

فروغ تعلیم اور امتِ مسلمہ کے کامیاب مستقبل کیلئے

امام احمد رضا کا دس نکاتی پروگرام :

۱...عظیم الشان مدارس کھولے جائیں، با قاعدہ تعلیمیں ہوں؛

۲...طلبہ کو وظائف ملیں کہ خواہی نہ خواہی گرویدہ ہوں؛

۳...مدرسوں کی بیش قرار تنخواہیں ان کاروائیوں پر دی جائیں؛

۴...طبائع طلبہ کی جانچ ہو، جو جس کام کے زیادہ مناسب دیکھا جائے معقول وظیفہ دے کر اس میں لگایا جائے؛

۵...ان میں جو تیار ہو جائیں تنخواہیں دے کر ملک میں پھیلائے جائیں کہ تحریراً و تقریراً و واعظاً و مناظرۃً اشاعتِ دین و مذہب کریں؛

۶...حمایتِ مذہب وردِ بدمذہباں میں مفید کتب ورسائل مصنفوں کو نذرانے دے کر تصنیف کرائے جائیں؛

۷...تصنیف شدہ اور نو تصنیف رسائل عمدہ اور خوشخط چھاپ کر ملک میں مفت تقسیم کیئے جائیں؛

۸...شہروں شہروں آپ کے سفیر نگراں رہیں، جہاں جس قسم کے واعظ یا مناظر یا تصنیف کی حاجت ہو آپ کو اطلاع دیں، آپ سرکوبی اعداء کیلئے اپنی فوجیں، میگزین اور رسالے بھیجتے رہیں؛

۹...جو ہم میں قابل کار موجود اور اپنی معاش میں مشغول ہیں، وظائف مقرر کر کے فارغ البال بنائے جائیں اور جس کام میں انہیں مہارت ہو لگائے جائیں؛

۱۰...آپ کے مذہبی اخبار شائع ہوں جو وقتاً فوقتاً ہر قسم کے حمایت مذہب میں مضامین تمام ملک میں بقیمت و بلا قیمت روزانہ یا کم سے کم ہفتہ وار پہنچاتے رہیں؛

حدیث کا ارشاد ہے کہ: ''آخر زمانے میں دین کا کام بھی درم و دینار سے چلے گا''

اور کیوں نہ صادق ہو کہ صادق و مصدوق علیہ السلام کا کلام ہے۔

﴿فتاویٰ رضویہ (قدیم) جلد نمبر ۱۲، صفحہ ۱۳۳﴾